

٧٠٤
٧٠٥

٧٠٦

اِنْ شِئْتَ سَكَلْتَنِي

الحمد لله که ترجمه کتاب التفرقة بين الاسلام والزند

مسنف امام بهام ابی حامد محمد الغزالی رضی الله عنه

الموسوم.

مقالة الصدقة

ترجمه

نقش می

عالم ربانی مستغرق فیوض رحمانی المولوی محمد حیدر اللہ خان صاحب

قریشی

مجددی الہی بن سہی طامراز صاحب دیوبند باہام محمد حبیبی

مطبع سجاد کتب خانہ
دران مجوف حیدر آباد

کلیں سہو بن طامراز پشاور صاحب بلہ محفوظ بن

المقالة الحقة والكلمة القصة
في

تجربة النفقة بين الاسلام والزندقة

للامام الهمازي حامد محمد غزالي رحمه الله عليه

بمك

مولوي محمد حيدر الله خان للهي

في

زبان عربي سے ترجمہ کیا

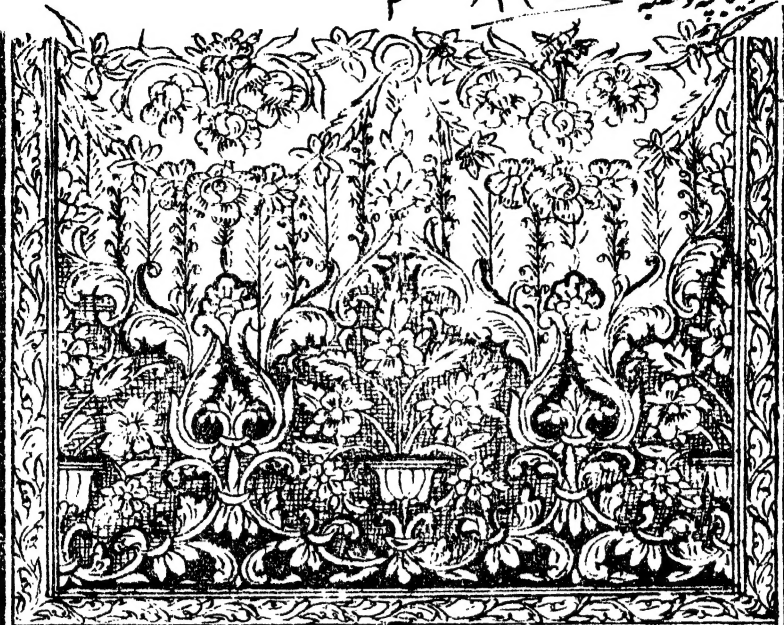
ت

اکثر حواشی مفیدہ از مترجم

بحسن سعی تلامذہ صاحب دارالعلوم دہلی تہام محمد حبیب الرحمن

مطبع محبوب شاہی حیدر آباد دکن میں

طبع ہوا ۱۳۱۳ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ مَا عَظَّمَ شَأْنُكَ يَا مَنْ فِي كِتَابِكَ وَسِعَتْ رَحْمَتِي
كُلَّ شَيْءٍ فَسَاكُنْتَهُ الَّذِينَ يَتَّقُونَ - وَصَلَوْتُكَ وَسَلَامُكَ عَلَى
رَسُولِكَ مُحَمَّدٍ مَنِيعِ الرَّحْمَةِ مَالِكِ الشَّفَاعَةِ لِقَوْمٍ مُسْنُونٍ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَئِمَّةِ الْهُدَى وَلِرَهْطِهِ قِسْنُونَ -

جگہ میں بحکم نواب معظم - امیر مکرم - مخدوم امرا - خادم فقرا
صاحب سیف و قلم - ناصب علم و علم - نواب آغا مرزا بیگ خان
سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک صاحب درمتمہ حضرت
ظل سبحانی میر محبوب لیخان بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و دو

محمد عبدالکریم شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کے ترجمہ سے فارغ ہو چکا
 کہ جو حقیقت میں ابتداء آدم سے اس وقت تک کے جمیع ادیان سماوی
 اور غیر سماوی کی ایک جامع تاریخ ہے بلکہ قیامت تک کے کل مذاہب
 مناعل مشعبہ اوس سے باہر نہیں ہو سکتے تو میں نے چاہا کہ بحصول اجازت
 ایک ایسی کتاب بھی ترجمہ کر کے نواب صاحب موصوف کی انگلشی میں
 کانگینہ بناؤں کہ جس سے ان کل مذاہب کے احکام کفر و اسلام معلوم ہو سکیں
 لہذا میں نے حجت الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب
 التفرقہ بین الاسلام والزندقہ کا ترجمہ سلیں اردو زبان میں لکھ کر یہ
 کرنا چاہا کہ جو کفر و اسلام کی حقیقت میں جامع و مانع ہو تاکہ ہمارے بعض علماء
 کرام کہ جنکی طبیعت میں عجلت اور جسارت ہے عامہ مومنین کے حق میں زبان
 سے محفوظ رہیں اور کسی اہل قبلہ کی تکفیر اور تفصیل میں بغیر قطعی برہان کے
 جرأت نہ کریں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ نواب صاحب کو ایسے نیک کام
 کے جہاد میں موفق رہیں۔ اور ان دونوں کتابوں میں سے
 کتاب الملل والنحل کے ترجمہ کو معنون بنام نامی و اسم گرامی
 اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ
 کو منسوب باسم گرامی نواب صاحب محلی القاب خجائی قارا لامر بہادر
 وزیر اعظم ملک کن کر کے امید دار ہوں کہ یہ ہر یہ محقرہ مسیہ

مقبول باریا فنگان دربار دربار شاہ و وزیر ہو۔ و هو ولی فی اللہ
والاخرۃ وانا عبده محمد حیدر اللہ خان البارک زئی المجددی اللہی
الوارد فی بلدۃ حیدرآباد دکن الملازم فی حضرۃ ظل اللہ۔

اللہ ایک قصبہ اہل اللہ ہے کہ جو ملک پنجاب ضلع جہلم میں دریائے جہلم کے شمالی کنارہ
پر واقع ہے وہاں ایک بزرگ غلام احمد نبی نام قطب طریقہ مجددیہ گزرے ہیں
کہ جو مترجم شمس استاد علم ظاہر و باطن ہیں اور جن سے ہزاروں لوگوں کو علم ظاہری
باطنی کا استفادہ ہوا اور دور دور ملکوں سے طالبان علم ظاہر و باطن دنیا سے بطل
انقطاع کر کے اپنے مقاصد کو بدرجہ علیا فائز ہوئے اور ادنیٰ ادنیٰ زمانہ
میں مقامات طریقہ سے مشرف ہوئے ۱۲۱۰ھ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ہجری میں ترستھ برس
کی عمر میں حضرت نے انتقال فرمایا اب حضرت کے فرزند احمد حافظ مولوی دوست محمد
صاحب کائنات سرلابیہ سندار شاہ پر موجود ہیں اور برکات و تسلیک مقامات
طریقہ میں اپنے والد بزرگوار کی مثل بلکہ اخیل ہیں۔ اور طالبان حق تعالیٰ کی تربیت میں مشغول

بیسے چون قطب بطلامی منصور است در کوش	انا الحق بر زبان ہر گزنی رانند و سبحانی
بہ پیشانی خود باید کہ خون گریہ سید بخنتے	دران کوئی ست و دوا نہیں سوی عالم فانی
ز بنہ خاک و بان درش را باد صد زہار	ز کف نہ ہند آن اکسیر اعظم را آب آسانی
تسائی قبولش دارم و دائم کہ نام سلم	مدد یار روح شاہ نقشبندان غوث گیلانی

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجَى سَلَامَتُهَا إِلَّا عَدَاوَةً مِّنْ عَادَاكَ عَنْ حَسَدٍ

یعنی ہر عداوت سے سلامتی امید کی جاتی ہے مگر اوس شخص کی عداوت سے سلامتی کی امید نہیں کی جاتی کہ جو حسد سے ہو۔ اور اگر کسی کو اس طرح کا موقع ہو تو اودن سے بلند تر مرتبہ والے پر خوف کی آیتیں کیوں پڑھی جائیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا جو فرماتا ہے کہ ان محمد

اور تشبیہ کے نشانہ بنے بعض اودن میں سے مالک بن انس رحمہ اور احمد بن حنبل اور سفیان اور واژوہ اصفہانی اور ان کے تابعین میں یہاں تک کہ عبد اللہ بن سعید کلابی اور ابی العباس قلابی اور حرث بن اسد محاسبی کا زمانہ آیا۔ یہ لوگ سلف میں سے تھے لیکن انہوں نے علم کلام میں شغل کیا اور سلف کے عقاید کو انہوں نے کلامی دلائل اور اصولی برانوں سے تائید دی اور بعض نے کتابیں تصنیف کیں اور بعض نے درس دیا یہاں تک کہ ابی الحسن اصریٰ کو اپنے استاد کے ساتھ صلاح اور اصلاح کے مسئلہ میں مناظرہ کا اتفاق ہوا اور دونوں میں خصوصیت ہوئی چنانچہ اشعری نے اوس سے سلف کے اس طائفہ کی طرف رجوع کیا اور ان کے مقالات کو اشعری نے کلامی طرز سے تائید دی اور یہی اہل سنت اور جماعت کا مذہب قرار پایا اور صفاتیہ کا لقب اشعریہ کی طرف انتقال کر آیا چنانچہ اشعری نے صفات باری تعالیٰ کے اثبات میں کہا کہ انسان جب کہ اپنی پیش

اگر تجھ پر فسرون کی روگردانی گران ہے پس اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ کوئی سوراخ زمین میں دھونڈے یا کوئی سیڑھی آسمان کے بیچ پیدا کرے اور پھر کوئی ایکشن فی ادن کے لئے لاوے تاکہ وہ اوسکو دیکھ کر ایمان لادیں تو کر۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو سیدھی راہ پر جمع کرتا پس اسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ناوانون میں سے ہوں۔ اور نیز فرماتا ہے

میں غور کرتا ہے کہ ابتداء اوسکی کس شئی سے ہوئی ہے اور وہ کیونکر پیدائش کے اطوار میں ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف ترقی کر گیا ہے۔ اور اس سے اوسکو یقین ہو جاوے کہ وہ بذاتہ اس امر کی قابلیت نہیں رکھتا کہ اپنے میں تدبیر کرے اور ایک زمین سے دوسرے زمین کی طرف اپنے کو پہنچا دے اور نقص سے کمال کی طرف ترقی دیوے تو اسوقت بالفور جان لیتا ہے کہ اوس کے لئے ایک ایسا صانع ہے کہ جو قدرت اور علم اور ارادہ والا ہے اس لئے کہ ایسے محکم افعال کا صدور محض طبیعت سے متصور نہیں کیونکہ فطرت میں ہی اختیار اور پیدائش میں ہی احکام اور اتقان کے آثار ظاہر ہیں پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی صفات ہیں کہ جن پر اوس کے افعال دلالت کرتے ہیں۔ اور جیسے کہ اوس کے افعال اوس کے عالم اور قادر اور مرید ہونے پر دلالت کرتے ہیں اس طرح علم اور قدرت اور ارادہ پر بھی دلالت کرتے ہیں اس لئے کہ عالم اور قادر اور مرید کا معنی بجز ذی علم اور ذی قدرت اور ذی ارادہ کے نہیں پس علم کے ساتھ احکام اور اتقان حاصل ہوتا ہے اور قدرت کے ساتھ وقوع اور حدوث اور ارادہ کے ساتھ تخصیص وقت اور شکل اور ان صفات کے ساتھ ممکن نہیں کہ بجز ذات و

کہ اگر ہم ان لوگوں پر آسمان سے ایک دروازہ کھولیں پھر ان لوگوں کی نظر میں تمام دن فرشتے آسمان میں چڑھتے اور اتارتے دکھائی دیں تو پھر بھی یہ لوگ اسی طرح کہیں کہ بجز اسکے نہیں کہ ہماری آنکھوں کو نظر نہیں کی گئی ہے بلکہ ہمیں جادو کیا گیا ہے۔ اور نیز فرماتا ہے کہ اسی محمد اگر ہم تیرے اوپر نامہ کو کاغذ کے بیج اوتاریں پھر وہ اسکو اپنے ہاتھوں

کے کوئی اور موصوف ہو سکے۔ اور اشعری نے صفات کے منکر دن کو ایک ایسا الزام دیا ہے کہ جس سے دن کو کبھی خلاصی ملنی ممکن نہیں اور وہ یہ ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ کے عالم اور قادر ہونے پر دلیل قایم ہو چکی تو تم کو ضرور ہمارے ساتھ اس میں موافقت کرنی پڑی پس ہم کہتے ہیں کہ عالم اور قادر کا مفہوم یا ایک ہو گا یا مختلف۔ پس اگر ان دونوں کا مفہوم ایک ہی ہو تو واجب ہے کہ صفت قادریت کے ساتھ عالم اور صفت قدرت کے ساتھ قادر ہو اور نیز جو شخص کہ ذاتی لفظ کو معلوم کرے وہ اسکا عالم اور قادر ہونا بھی معلوم کر لے حالانکہ یہ امر باطل ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں صفتیں از روئے عتبات کے مختلف ہیں پھر انکا اختلاف تین وجوہ سے خالی نہیں یا تو فقط لفظ کی طرف رجوع کریگا اور یا حال یا صفت کی طرف۔ لیکن فقط لفظ کی طرف رجوع کرنا تو باطل ہے اس لئے کہ عقل حاکم ہے کہ دو مفہوم معقول کے درمیان اختلاف ہو گا الفاظ کو معدوم کیوں نہ فرض کیا جاوے تاہم عقل اپنے تصور میں شبہ نہیں رکھتی۔ اور حال کی طرف بھی رجوع کرنا باطل ہے۔ اس لئے کہ ایک ایسی صفت کا ثابت کرنا کہ جو وجود اور عدم کے ساتھ

سے چھو دین تو البتہ کافر لوگ کہیں کہ یہ صریح جادو ہے اور
نیز فرماتا ہے کہ اگر ہم بالتحقیق کافروں کی طرف فرشتوں کو نازل کرتے
اور مردہ اُن سے باتیں کرتے اور ادنیٰ پر ادنیٰ تمام چیزوں کو گروہ
گروہ کر کے جمع کرتے کہ جو دنیا میں ہیں تاکہ وہ وحدانیت اور رست
پر شاہدی دیوین تو بھی کفر ایمان نہ لاتے بغیر اللہ کے چاہنے کے

مستصف ہنیں گویا وجود اور عدم اور نفی اور اثبات کے درمیان واسطہ کا ثابت کرنا ہے
حالانکہ یہ محال ہے۔ پس متین ہوا کہ ادنیٰ اختلاف کا رجم ایک ایسی صفت کی طرف ہے
کہ جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور یہی مذہب اشعری کا ہے۔ لیکن اشعری
کے اصحاب دین سے قاضی ابو بکر باقلانی نے صفت بقا میں شہری سے
مخافت کی ہے اور بقا کو عین ذات کہا ہے ابو الحسن نے کہا کہ باری تعالیٰ علم کے مشا
عالم اور قدرت کے ساتھ قادر اور حیات کے ساتھ حی اور ارادہ کے ساتھ مرید اور کلام
کے ساتھ مکمل اور سمیع کے ساتھ سمیع اور بصیر کے ساتھ بصیر ہے اور یہ صفات ازلیہ
ہیں کہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں نہ ان صفات کو عین باری تعالیٰ کا بولنا
ہے اور نہ غیر اور نہ لامین کہا جاتا ہے اور نہ لا غیر مگر فرقہ معتزلہ کہ جو اپنے
اصحاب عدل اور توحید پر لٹے ہیں اور قدریہ کے لقب کے ساتھ لقب ہیں عدل
اور توحید اور وعدہ اور وعید اور معاد اور عقل میں اشعریہ سے بالکل مخالف ہیں
چنانچہ ہم بیان پر ان دونوں مذہبوں کے مسائل اصولیہ بطور مقابل ذکر کرتے ہیں

مگر بہت کافر لوگ جہالت کرتے ہیں۔

جان تو کہ کف اور ایمان کی حقیقت اور تعریف اور حق اور ضلالت اور انکا بہید اور دلون پر جلوہ گر ہنیں ہوتا کہ جو مال اور مرتبہ کی طلب اور محبت میں گنڈے ہوئے ہیں بلکہ اسکا انکشاف اور دلون کیلئے ہوتا ہے کہ جو اول دنیا کی میل سے پاک ہوں دویم کامل ریاضت کے ستارے

اشعریہ سینے اہل سنت کہتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ اپنی صفات ازلیہ میں واحد ہے اور اس کا کوئی نظیر نہیں وہ اپنے افعال میں واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اہل عدل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے اور اس کی ذات میں قسمت نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی صفت اور اپنے افعال میں واحد ہے اور نہ اس کے لئے کوئی شریک نہیں پس اس کی ذات کے سوائے کوئی قیوم نہیں اور نہ اس کے افعال میں کوئی ہمسر ہے اور دو قہر برکنا وجود اور ایک مقدر کا دو قادر و ن کے درمیان ہونا محال ہے اور یہی توحید اور عدل ہے۔ اور افعال میں عدل کا ہونا اہل سنت کے نزدیک اس معنی سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ملک اور ملک میں متصرف ہو بفعول ما یشاء و بحکم ما یرید پس عدل یہی ہے کہ ایک شے کو اس کی جگہ پر رکھنا اور یہ اپنی ملک میں مقتضائے مشیت اور علم کے تصرف کرنا ہے اور ظلم اس کی ضد ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے نہ حکم میں جبر مستور ہے اور نہ تصرف میں ظلم۔ اور اہل عدل کے مذہب پر عدل اور ملک کا نام ہے

میتل کئے گئے ہوں۔ سویم صفائی بخش ذکر کے ساتھ منور ہوں
چہارم فکر صائب اور درست سے غذا پانے والے ہوں پنجم مدد
شرع کی التزام سے مرین کئے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ نبوت کے
چراغدان سے اوپر نور کا اضافہ ہوا اور وہ دل اسطر جبر ہو جاوے
کہ گویا ایک روشن آئینہ ہے اور ایمان کا چسراغ دل کی قندیل میں

کہ جو اقتضائے عقل ہے یعنی فعل کا ثواب اور مصلحت پر صادر کرنا۔ لیکن اہل سنت
وعد اور وعید میں یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازل کی اطاعت پر وعدہ
اور نہی کی مصیبت پر وعید پس جو کوئی کجیات پاو گیا اور ثواب کا مستوجب ہو گا تو
اوس کے وعدہ سے اور جو کوئی ہلاک ہو گا اور عذاب کا مستوجب تو اوس کے
وعید سے پس عقل کے حکم سے اوپر کوئی شے واجب نہیں۔ اہل عدل کہتے ہیں کہ
ازل میں کوئی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اور وعید اور امر اور نہی کا اصدار فرمایا
تو یہ کلام محدث کے ساتھ ہے پس جو شخص کجیات پاو گیا تو وہ اپنے ہی فعل سے ثواب کا
مستحق ہو گا۔ اور جو ہلاک ہو گا تو وہ اپنے ہی فعل سے اور عقل حکمت کے لحاظ سے
اس کا اقتضا کرتی ہے۔ لیکن اہل سنت سمع اور عقل کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ کل دہشت
کا وجوب سمع سے ہے اور کل معارف کا حصول عقل سے۔ پس عقل کی تحسین
کر سکتی ہے اور نہ تقبیح اور نہ اس کا اقتضا اور ایجاب۔ اور نہ سمع سے معرفت کا حصول
ہو سکتا ہے بلکہ اس کو واجب کرتی ہے اہل عدل کہتے ہیں کہ کل معارف عقل کے ساتھ

اس طرح پر انوار کی چمک دیوے کے قریب ہے کہ اوسکا روغن بغیر آگ کے
چھونے کے روشنی پکڑے۔ لیکن اوس قوم کے لئے ملکوت اور
عالم بالا کے اسرار کہاں جلوہ گر ہوتے ہیں کہ جبکا خداوند کی خواہشیں ہیں
اور جبکا مہمود اذن کے پادشاہ ہیں۔ اور جبکا قبلہ اذن کے دہم اور دنیا
ہیں۔ اور جبکی شریعت اذن کی رعوت ہے۔ اور جبکی ارادت ادنکا جاہ اور مرتبہ
ہے۔ اور جبکی عبادت اغنیاء اور دولت مندوں کی خدمت ہے۔ اور جبکا
ذکر اذن کے دوسو اس۔ اور جبکا فکر اذن حیلون کا اقتباس ہے کہ جن سے
حشمت اور جاہ کا حصول ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں کے لئے کفر کی تائیدی
ایمان کی روشنی سے کہاں ممتاز ہو سکتی ہے۔ کیا الہام آہی سے؟ حالانکہ
ادہنوں نے اپنے دلوں کو دنیا کی کدورتوں سے خالی نہیں کیا
اور یا کمال علمی سے؟ حالانکہ ادنکا علمی سرمایہ فقط آپ زعفران سے
سجاست کا ذایل کرنا ہے۔ تاہم یہ مطلب اس سے زیادہ تر نفیس
اور عزیز ہے کہ فقط آرزو اور خواہش سے حاصل کیا جاوے پس تو
اپنی حالت میں مشغول رہ اور ان لوگوں میں اپنی باقی عمر کو ضائع نہ کر۔
تفعل کئے جاتے ہیں اور نظر عقل سے ہی واجب ہوئے ہیں اور نعم کا شکر و رد
سمیع کے قبل واجب ہے اور حسن اور قبح حسن اور قبح شکر کی دو ذاتی صفتیں ہیں اور ہم
منقریب اشعری کے عقاید میں اہل عدل کا جواب بیان کرینگے۔ مترجم

پس تو اوس شخص سے روگردانی کر کہ جس نے ہمارے ذکر سے
 روگردانی کی ہے اور اوس نے فقط حیات دنیوی کی آرزو کی ہے
 یہی ادکھا مبلغ علمی اور بہین تک اوسکے عقل کی رسائی ہے۔ اور بیشک
 تیرا رب اوسکو خوب جانتا ہے جو اوسکی راہ کو پہولا اور جو سید ہے
 راہ پر ہے۔

فصل

پس اگر تو خواہش رکھتا ہے کہ تو اس کانٹے کو اپنے اور اوس شخص
 کے سینے سے نکالے کہ جسکی حالت تیری مثل ہے کہ نہ اوسکو حاسد نہ
 کاہکنا حرکت میں لاتا ہے اور نہ تقلید کی تاریکی اور کوری اوسکو
 مقید رکھ سکتی ہے بلکہ وہ شکلین کہ جنکو فکراور نظر نے پیدا کیا ہے
 بسبب سوزش دل کے اوسکو بصارت کی طرف تشنگی دلاتی ہیں۔ پس تو
 اپنے نفس اور اپنے صاحب کی طرف مخاطب ہو اور اوس سے
 کفر کی تعریف دریافت کر۔ پس اگر اوس نے کفر کی تعریف وہی
 زعم کی کہ جو اشعری کے مذہب کے مخالف ہے یا معتزلی

۱۔ معتزلی سے مراد اصل بن عطا اور اوس کے تابعین ہیں کہ جنہوں نے اصول
 اہل سنت سے انحرال اور کماؤ کشی کی۔ یہ شخص حضرت مسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یا جنلی وغیرہ کے مذہب کے تو اس وقت تو یقین کر لے کہ وہ شخص
مغرور و احمق ہے کہ اس کو ابھی تقلید نے مقید کیا ہوا ہے پس وہ اندھوں
بھی زیادہ تر اندھا ہے تو اس کی اصلاح اور درستی میں اپنا وقت ضایع نہ کر
اور سمجھ اوس کے لاجواب کرنے میں فقط یہی ایک حجت کافی ہے کہ تو

کا شاگرد تھا اور اوس سے احادیث اور دیگر علوم پڑھا کرتا تھا اور اس کے اعتزال کی وجہ
یہ بتلائی گئی ہے کہ ایک شخص نے حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اگر سوال کیا کہ اے
دین کے امام ہمارے زمانہ میں ایک ایسا فرقہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جو اہل کبیرہ کو کافر کہتا ہے اور
گناہ کبیرہ اوس کے نزدیک گنہگار ہے کہ جس سے انسان ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے
یہ فرقہ وعید یہی ہے اور ایک دوسرا گروہ ایسا ہے کہ جو صاحب کبیرہ کو امید دلاتا ہے اور کہتا ہے
کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کبیرہ سے کوئی ضرر نہیں بلکہ عمل اوس کے نزدیک ایمان
کے لئے جزو نہیں جیسے کہ کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت اوس کی نزدیک سود مند نہیں
(یہ فرقہ مرجیہ ہے) پس تو اس اعتقاد کی نسبت ہمیں کیا حکم دیتا ہے۔ حسن بصری اس میں
متفکر ہوئے اور جواب دینے کے قبل اصل بن عطاء بول اٹھا کہ میں نہیں کہتا کہ صاحب کبیرہ ^{مطلق}
ہے اور نہ کافر مطلق بلکہ وہ دونوں مرتبوں کے درمیان ہے یعنی نہ کافر ہے اور نہ مومن۔
پھر اصل اٹھا اور سجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کی طرف الگ کھڑے ہو کر یہ تقریر حسن بصری
کی دوسرے اصحابوں کو سنانے لگا اس پر حسن بصری نے فرمایا کہ اصل نے ہم سے
اعتزال اور کٹاؤں کی کھینچ لیا اور اوس کے اصحاب میں روز سے معتزلہ کے نام سے موسوم ہو گئے

اوس کے دعویٰ کو اوس کے مخالفین کے دعویٰ سے مقابلہ کرے
 اس لئے کہ وہ اپنے نفس اور باقی مقلدوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں
 اور میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ باقی مذاہب میں سے فقط اشعری
 کی مذہب کی طرف مائل ہے اور زعم کرتا ہے کہ اشعری کی مخالفت ہر امر صا
 اور وار د میں کفر جلی ہے پس میں اوس سے سوال کرتا ہوں کہ اشعری
 کو یہ کہاں سے ثابت ہوا ہے کہ امر حق اوس پر وقف ہے حتیٰ کہ
 کہ اوس نے باقلائی کے کفر پر فتویٰ دیا جب کہ باقلائی نے
 اللہ تعالیٰ کی صفت بقاء میں اشعری سے مخالفت کی اور زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ
 کی صفت بقاء ذات باری تعالیٰ پر زاید نہیں۔ اور کیوں باقلائی
 کو اشعری کے ساتھ مخالفت کرنے میں اشعری سے زیادہ ترک کفر کی

(بقیہ مشی صفحہ ۱۳) پہان کے کئی فرقے ہو گئے۔ چنانچہ ہر ایک کا بیان کتاب الملل میں

سطح کے ساتھ مذکور ہے۔ ۱۲۔

۱۔ یہاں تقلید سے مراد اوش شخص کی تقلید ہے کہ جو باوجود قوت عقلی اور اجتہادی کے
 تقلید کرتا ہو اس لئے کہ جو شخص قوت اجتہادی رکھتا ہو اور باوجود اس کے اجتہاد نہ کرے
 تقلید سے کام لے تو وہ شخص بیشک اندہوں سے بھی زیادہ اندہا ہے یہی وجہ ہے کہ امام
 ابوحنیفہ کے شاگردوں نے کہ وہ قوت اجتہادی رکھتے تھے بعض مسائل اجتہادیہ میں (صفحہ ۱۴)
 ۲۔ باقلائی سے مراد قاضی ابو بکر باقلائی ہے کہ جو باری تعالیٰ کی صفت بقاء کو میں کہتا تھا

اولیت ہوئی حالانکہ جیسے باقلانی نے اشعری سے خلاف کیا ہے
 اوسیطرح اشعری نے باقلانی سے۔ اور کیوں امرحق فقط ایک طرف
 ہوانہ دوسرے پر۔ کیا یہ اسوجہ سے ہے؟ کہ اشعری باعتبار زمانہ کے
 باقلانی سے مقدم ہے تو کئی ایک معتزلہ اشعری سے بھی مقدم گذرے
 ہیں۔ پس اسوجہ پر ضرور ہے کہ حق اوس کے لئے ہو جو اشعری سے
 مقدم ہے۔ (یعنی معتزلہ کے لئے) اور یا اسوجہ سے ہے؟ کہ ان دونوں
 کے درمیان علم اور فضل میں تفاوت نہ ہے تو کس ترازو اور پیمانہ سے اس
 فضل کے مراتب کا انداز کیا ہے تاکہ اوس کے لئے ظاہر ہو گیا ہے
 کہ وجود میں اشعری سے کوئی شخص افضل نہیں۔ پس اگر باقلانی کو اشعری
 کی مخالفت میں رخصت دیا ہے تو باقلانی کے سوائے دوسروں کو
 کیوں منع کرتا ہے اور باقلانی اور کراہیسی اور قلائیسی وغیرہ کے
 درمیان کیا فرق ہے۔ اور خاصکر اس رخصت کو اوس نے کہاں سے

(تمہ شیعہ صفحہ ۱۱) امام صاحب کا خلاف کیا اور یہ خلاف کرنا اُن کے لئے مقام اجتہاد میں
 ضروری اور محمود ہے جیسے کہ سمت قبلہ کے اختلاف کے وقت ہر ایک کے لئے اجتہاد ضروری ہے اور ہر ایک کا
 اجتہاد اُس کے لئے سمت قبلہ قرار دیا جاتی ہے ۱۲ مترجم ۱۰ کراہیسی سے مراد حسین کراہیسی ہے ۱۱ مترجم
 ۱۲ قلائیسی سے مراد ابی العباس قلائیسی ہے کہ جو اُن بزرگان سلف کی تابعتین
 سے ہے کہ جنہوں نے لغو کو اپنے ظاہر پر کہا جیسے مالک بن انس اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما
 منہم

معلوم کیا ہے اور اگر وہ یہ زعم کرتا ہے کہ باقلانی کا خلاف فقط لفظی ہے جیسے کہ بعض متعصبوں نے تصسف کیا ہے اس زعم پر کہ اشعری اور باقلانی وجود کے دایمی ہونے پر باہم موافق ہیں اور اس امر میں خلاف کہ آیا یہ دوام ذات باری تعالیٰ کی طرف راجع ہے یا کسی وصف زائد کی طرف ایسا قریب ہی کہ کسی تشدید کو واجب نہیں کرتا تو پھر معتزلی کے نفی صفات کے قول پر کیوں تشدید کرتا ہے حالانکہ معتزلی اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے اور تمامی معلومات پر محیط ہے اور کل ممکنات پر قادر ہے اور اشعری سے فقط اس امر میں مخالف ہے کہ آیا باری تعالیٰ اپنی ذات سے کل مخلوقات کا عالم ہے یا کسی ایسی صفت سے کہ جو اس کی ذات پر زائد ہے۔ پس باقلانی اور معتزلی کے خلاف میں کیا فرق ہے اور کونسا مطلب حقیقی کی صفات اور ادن کی نفی و اثبات میں نظر کرنے سے بزرگتر ہے۔ پس اگر کہے کہ میں معتزلی کو اس لئے کافر کہتا ہوں کہ وہ یہ زعم کرتا ہے کہ ذات واحدہ سے علم اور قدرت اور حیات کا فائدہ صادر ہوتا ہے اور یہ صفات باعتبار تعریف اور حقیقت کے مختلف ہیں اور محال ہے کہ مختلف حقیقتیں اتحاد کے ساتھ متصف ہوں یا ذات واحدہ ادن کے قایم مقام ہو تو پھر کیوں اشعری سے اس کے اس قول کو بعید نہیں جانتا کہ کلام ایک ایسی

صفت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر زاید اور اس کے ساتھ قائم ہے
 اور باوجود واحد ہونے کے وہ تو راست ہے اور انجیل اور زبور اور قرآن
 اور یہ امر ہے اور بنے اور خبر ہے اور استخبار اور یہ مختلف حقیقتیں
 ہیں کیونکہ خبر کی تعریف یہ ہے کہ جو صدق اور کذب کی محتمل ہو حالانکہ
 یہ احتمال امر اور نہی کی طرف راجع نہیں ہو سکتا پس یہ کیسے ہو سکتا ہے
 کہ ایک ہی حقیقت کی طرف تصدیق اور تکذیب راجع ہو اور نہی اور نفی
 اور اثبات کا اجتماع محل واحد میں ہو۔ پس اگر اس کے جواب میں خط کر کے
 اور اسکا پردہ نہ اٹھا سکے تو جان تو کہ وہ شخص اہل اجتہاد اور اہل استدلال
 سے نہیں بلکہ وہ مقلد ہے اور شرط مقلد کی یہ ہے کہ وہ خود بھی خاموش
 رہے اور اس کا جواب بھی ندیا جاوے (کسی نے کیا خوش کہا ہے
 ع جواب جاہلان باشند خموشی) اس لئے کہ وہ شخص طریق حجت
 اور مباحثہ کی رفتار سے بالکل قاصر ہے اور اگر وہ اس امر کی اہمیت
 رکھتا تو وہ متوجع ہوتا نہ تابع اور امام ہوتا نہ ماموم۔ پس اگر شخص مقلد
 گفتگو اور دلائل میں خوش کرے تو یہ امر اسکا فضول اور عبث ہے
 اور جو شخص کہ اس کی طرف متوجہ ہے گویا سر پہ مین ضرب لگاتا ہے
 اور بگڑی ہوئی شے کے درست کرنے کا طالب ہے کیا اس شے کو
 عطا و درست کر سکتا ہے کہ جسکو زمانہ نے فاسد کر دیا ہو۔ اور امید ہے

کہ اگر تو نے انصاف کیا تو جان لیگا کہ جو شخص اہل استدلال اور اہل اجتہاد میں سے خاص کر کسی ایک پر امر حق کو وقف کرتا ہے تو وہی شخص کفر اور تناقض کی طرف زیادہ تفریق ہے۔ لیکن کفر کی طرف تو اس لئے کہ اوس نے اوس شخص خاص کو ایسے بنی معصوم کی جابجا ٹھہرا دیا ہے کہ صرف اوسکی موافقت سے ایمان کو ثابت کرتا ہے اور کفر کو اوسکی مخالفت سے لیکن تناقض کی طرف تو اس لئے کہ اہل استدلال اور اہل اجتہاد میں سے ہر ایک شخص اجتہاد اور استدلال کو واجب کہتا ہے اور تقلید کو حرام پس وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ تجھے باوجود میری تقلید کے اجتہاد کرنا لازم ہے اور یا تجھے اجتہاد کرنا لازم ہے لیکن ساتھ ہی اسکے تجھے لازم ہے کہ تو اپنے اجتہاد میں وہی امر قرار دیوے جو میں نے قرار دیا ہے اور جو کچھ کہ میں نے قرار دیا ہے وہ حجت ہے پس تجھے لازم ہے کہ اوسکو محبت اعتقاد کرے۔ اور جس امر کو کہ میں شبہ اعتقاد کروں تجھے بھی لازم ہے کہ تو اوسکو شبہ اعتقاد کرے۔ اور کیا فرق ہے اوس شخص کے درمیان جو کہتا ہے کہ تو میری تقلید فقط میرے مذہب میں کر اور جو یہ کہتا ہے کہ تو میری تقلید میرے مذہب اور میری دلیل دونوں میں کر۔ اور یہ بجز اسکے نہیں کہ سراسر تناقض ہے۔



فصل

میں امید کرتا ہوں کہ اسے تجھے خواہش اس امر کی ہوگی کہ تو کفر کی تعریف کو معلوم کرے بعد اسکے کہ تیرے نزدیک اصنافِ مقلدین کی تعریفیں متناقض ٹھہریں۔ پس جان تو کہ اسکی شرح بہت طویل ہے اور اسکا مدارِ علم بہت گہرا۔ لیکن میں تجھے ایک ایسی صحیح علامت تعلیم کرتا ہوں کہ جو اپنے افراد کو جامع ہے اور غیر کے لئے مانع تاکہ تو اسکو اپنا مد نظر بنا دے اور بسبب اس کے باقی فرقوں کی تکفیر اور اہل اسلام میں زبان درازی کرنے سے بچے گو اذن کے طریقے مختلف ہوں جب تک کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** کے ساتھ

جیسے کہ مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم کئی اصحاب کے جنہیں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری درمیان سے قیام فرما کر کہیں تشریف لیگے اور اس میں دیر ہو گئی۔ اور ہم کو خوف ہوا کہ مبادا آنحضرت مسلم کو ہم سے الگ ہو جانے سے کوئی دشمن مدد پہنچا دے اور فریاد کرتے ہوئے اڑے اور میں سب سے پہلے آنحضرت کی تلاش میں فریاد کرتے ہوئے نکلیا نہایت کدو کی مین نہی سجا کے باغ کو آیا اور میں اس باغ کے گرد گھوما کہ ٹلگوئی دردناک ہے لیکن مجھے دردناک نہ ملا کہ اس وقت دیوار کے جوف میں ایک پانی کی مٹی دیکھی کہ جہاں

صدق دل سے چنچل ہارے دہین اور اس کلمہ شریف کی مناقبت اور
 شکست نہ کریں۔ پس میں کہتا ہوں کہ کفر رسول علیہ السلام کی تکذیب
 ہے اور ان اشیاء میں سے کسی ایک شکر میں کہ جنگو رسول علیہ السلام کا
 ہیں۔

(صحیح گزشتہ کا مثنوی) کنوین سے باغ کی اندر جاتی تھی تو میں اس میں سے لومڑی کی
 طرح سمٹ کر نکلا اور آنحضرتؐ کے پاس گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کیا ابو ہریرہؓ ہے؟
 میں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ تو آنحضرتؐ نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے
 میں نے یہ سب گزشتہ حقیقت بیان کی اور عرض کیا کہ یہ سب لوگ بھی میرے پیچھے
 آپ کی تلاش میں ہیں تو اس پر آنحضرتؐ نے مجھے اپنی نعین مبارک عطا کر کے فرمایا
 کہ تو میری یہ نعین لیکر جا اور جو کوئی کہ اس دیوار کی آڑ میں تجھے ملے اور لا الہ الا اللہ
 کی شہادت یقین دل سے دیتا ہو تو اسکو مہنت کی بشارت دے۔ پس سب
 پہلے مجھے عمرؓ سے ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ اے ابی ہریرہؓ نعین
 کیسی ہیں میں نے کہا کہ یہ نعین رسول اللہؐ کے ہیں۔ یہ تعین مجھے دیکر سڑکے
 بیجا ہے کہ جو کوئی مجھے ایسا شخص ملے کہ جو صدق دل سے لا الہ الا اللہ کی شہادت
 دے تو میں اسکو مہنت کی بشارت دوں تو عمرؓ نے یہ سنکر میرے سر پر دست
 ارکھان اور میں پرتو کے بل گرا اور میرے سر پر دست کیا اے ابی ہریرہؓ

چنانچہ میں رسول اللہ کی طرف واپس گیا اور فریاد و زاری کی کہ اتنے میں عمر بھی میرے پیچھے کھڑا تھا پس آنحضرت نے فرمایا کہ اے ابی ہریرہ تجھے کیا ہوا تو میں نے عمر کی ملاقات اور مار کا قصہ عرض کیا تو پھر آنحضرت نے عرض فرمایا کہ اے عمر تو کیوں ایسا کیا تو عمر نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ تیرے مان اور باپ تجھ پر خدا کا کیا تو نے ابی ہریرہ کو غلین دیکر بھیجا ہوا کہ جو کوئی یقین دل سے لا الہ الا اللہ کہتا دیکھے اور سکونت کی بشارت دے تو آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر عرض نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ایسا نہ کر کیونکہ مجھے خوف ہے کہ مبادا آدمیوں کو اس بشارت اجمالی پر کاہلی ہو۔ لہذا او کو عمل کرنے دے تو پھر آنحضرت ۲ نے فرمایا کہ ہاں او کو عمل کرنے دے انتہی۔ اور دوسری حدیث میں ابی ذر سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا دیکھا کہ آنحضرت سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سوئے ہیں پھر دوسری دفعہ میں آیا تو دیکھا کہ بیدار ہیں۔ پس آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے پھر اسی پر او کی موت ہو تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے تو آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا اور چوری کرے اور اسکا تکرار تین بار ہوا اور اخیر دفعہ میں اتنا لفظ آنحضرت نے بڑا کہ کہا کہ ابی ذر کی ناک خاک آلودہ ہونے پر۔ اور ابو ذر جب اسکا بیان کیا کرتا تھا تو اس لفظ کا بھی اعادہ کیا کرتا تھا۔ ف بانا چاہئے کہ ان احادیث مذکورہ بالا سے جیسے کہ بعض محدثوں نے اعتقاد کر لیا ہے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان فقط اقرار

توحید ہے اور فقط ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کا زبان سے پڑھ لینا موجبِ غفلتِ جنت ہے
اس لئے کہ توحید شرعی کا ثبوت بغیر تصدیقِ رسالت کے ممکن نہیں لہذا ضرور ہوا کہ
رسالت کی تصدیق جزوِ ایمان ہو جیسے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ اونٹ پر سوار تھے اور معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت کے
پیچھے بیٹھے ہوئے تھے حضرت ذکوان بن جبار یا دفر یا د اور انہوں نے سہمی تین بار
جواب دیا کہ لبیک یعنی حاضر ہوں یا رسول اللہ! اور وقتِ حضرت نے فرمایا
کہ مَا مِنْ أَحَدٍ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَصِدًا قَامٍ فِي كَلِمَةٍ
إِلَّا أَحْبَبَّهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ۔ یعنی کوئی ایسا نہیں کہ جو صدقِ دل سے وہدایتِ خدا
اور رسالتِ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام
کر دیتا ہے۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو اس خبر کی بشارت
دون تو آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ اس بشارت کے باعث عمل میں مستی کرینگے لہذا
معاذ نے یہ بشارت اپنی موت کے وقت ظاہر کی۔ پس معلوم ہوا کہ نجات کا ذریعہ شہادتِ توحید
ہیں نہ فقط شہادتِ وحدانیت ورنہ لازم آئیگا کہ ہر منکر رسالت جیسے ہندو اور صابئی
مومن ناجی ہوں۔ پس جب کہ تصدیقِ رسالت اور تصدیقِ توحید دونوں جزوِ ایمان کے
شہرے تو ضرور ہوا کہ ان ہر دو جملہ کے قطعی احکام کی تصدیق بھی داخلِ ایمان ہو ورنہ تصدیق
ہر دو جزو یکساں رہے اور یہی امر موجبِ جنت ہی مادامیکہ میں موت ان ہر دو جزو میں سے
کسی جزو کا انکار یا کسی جزو کے قطعی حکم کا انکار نہ کیا جاوے اور اگر عینِ موت تک

ایمن سے کہی کا انکار ہو تو اس سے نہ ایمان کا بقا ہے اور نہ جنت کا لقا اور یہی مفاد
 احادیث بالا ہے اور اس بیان سے واضح ہوا کہ اعمال کا حصول داخل ایمان نہیں اس لئے
 کہ ایمان منافق اور مومن دونوں مشارک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اعمال کا ذکر ان احادیث میں مطروح اور اصل امر کو ذکر فرمایا کہ جو
 موجب تحصیل اعمال ہے اور حضرت عیسیٰ نے اونکا ذکر کیا کہ جو تکمیل ایمان اور خلاصت
 کا مہ اہل ایمان ہے۔ امام ابو الحسن عسکری کا قول ہے کہ ایمان فقط تصدیق قلبی ہے
 اور قول زبانی اور ارکان پر عمل کرنا یہ کل ایمان کے فروعات ہیں پس جس شخص نے
 کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور کل رسولوں کا اعتراف کیا اور جو کچھ کہہ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں دل کے ساتھ ادس نے اسکی تصدیق کی۔ تو اس شخص
 کا ایمان صحیح ہے یہاں تک کہ اگر وہ شخص اسی تصدیق پر فی الحال مر جاوے تو وہ شخص
 مومن نجات والا ہوگا۔ اور ایمان سے خروج بجز اسکے نہیں ہوتا کہ ان اشیاء بالا
 میں سے کسی شے کا انکار کرے۔ اور گناہ کبیرہ کا مرتکب جب کہ دنیا سے توبہ کے
 بغیر فوت ہو جاتا ہے تو اسکا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے خواہ اسکو اللہ تعالیٰ اپنی
 رحمت کے ساتھ بخشد یوے خواہ ادس کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 شفاعت کرے اس لئے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میری شفاعت میری امت
 کے اہل کبائر کے لئے ہے اور خواہ اسکو ادسکی گناہ کے مقدار پر مذاب دیوے
 اور پھر اپنی رحمت کے ساتھ اسکو جنت میں داخل کرے۔ اور جائز نہیں کہ کبیرہ

گناہ والا کافر دن کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے اس لئے کہ حدیث مبارک میں وارد ہے کہ جس کسی کے دل میں ایک ذرہ کا مقدار بھی ایمان ہوا تو وہ شخص دوزخ سے نکالا جا دیکھا۔ پھر اشعری کہتا ہے کہ اگر گنہگار شخص توبہ کرے تو میں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے توبہ کا قبول کرنا بحکم عقل واجب ہے اس لئے کہ باری تعالیٰ خود واجب کرنے والا ہے پس اس پر کوئی شر واجب نہیں بلکہ اتنا امر شریعت میں بطور سمیع کے وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اور اضطراب والوں کی دعا کی اجابت کرتا ہے لیکن وہ اپنی مخلوقات کا مالک ہے جو چاہے فعل کرے اور جو چاہے حکم کرے پس اگر کل مخلوقات کو جنت میں داخل کر دے تو کوئی افسوس نہیں اور اگر سب کو دوزخ میں ڈال دے تو کوئی ظلم نہیں اس لئے کہ ظلم اس تصرف کا نام ہے کہ جو ملک غیر میں کیا جاوے یا ایک شے کو غیر محل میں رکھا جاوے لیکن اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے نہ اس سے ظلم متصور ہے اور نہ اس کی طرف ظلم کو نسبت کیا جاسکتا ہے۔ پھر اشعری کہتا ہے کہ کل واجبات کا وجوب سمیع کے ساتھ ہے اور عقل کسی شے کو واجب نہیں کرتی اور نہ کسی شے کی تحسین اور تعجیل کا اقتضا کرتی ہے پس اللہ تعالیٰ کی معرفت عقل سے حاصل ہوتی ہے اور سمیع کے ساتھ واجب ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ اور اس طرح منعم کا شکر اور اطاعت گزار کو ثواب اور بے فرمان کو عذاب سمیع کے ساتھ واجب ہے نہ عقل سے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی شے عقل کے ساتھ واجب نہیں نہ صلاح نہ اصلح

اور نہ لطف کیونکہ جس حکمت موجب کا اقتضا عقل ایک جہت سے کرتی ہے تو دوسری جہت سے اسکی نفیض کا بھی اقتضا کرتی ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا تکلیف ماننا واجب ہے اس لئے کہ اس سے نہ اسکو نفع حاصل ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی ضرر و دہر ہوتا ہے۔ اور وہ قادر ہے کہ بندوں کو ثواب اور عذاب کی خزا دیوے اور اس پر بھی قادر ہے کہ ابتدا سے ہی از روئی تکریم اور تفضل کے بندوں پر فضل اور کرم کرے اور ثواب اور تفضل اور نعيم اور لطف یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل ہے اور عذاب سب کے سب عدل ہے وہ اپنے فضل سے سوال نہیں کیا جاسکتا لیکن بندوں کو سوال کیا جائیگا جیسے کہ فرمانا ہے لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ۔ اور انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا ایک قضیہ بایر نہر نہ واجب یا مستحیلہ لیکن مبعوث ہونے کے بعد معجزات کے ساتھ تائید اور مہلکات سے اور کنا بچاؤ امر واجب ہے اس لئے کہ سننے والے کے لئے کوئی طریق ضروری ہے کہ اس پر چلے اور اس سے مدعی کا صدق معلوم کرے اور کل ملعون اور موافق کا دور کرنا ضروری ہے تاکہ حکم تکلیف میں تناقض واقع نہ ہو۔ اور معجزہ ایک ایسا فضل ہے کہ جو عادی کے لئے غارق و عوی کے ساتھ مقارن معارفہ سے سالم اور وقت قربت کے بابا تصدیق قولی کے ہوتا ہے۔ اور یہ دو قسم ہیں ایک تو خلق عادی ہے اور دوسرا غیر عادت کا اثبات۔ اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اور یہ ایک دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق اور معجزات کے لئے تاکید ہیں۔ اور ایمان اور طاعت کا حصول اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کفر اور عصیت عدم توفیق اور غفلت

پس یہود اور نصاریٰ دونوں کا سرہین اس لئے کہ ان دونوں نے

اور توفیق کا معنی یہ ہے کہ قدرت کا طاعت پر پیداکرنا۔ اور خدا ان کا معنی معصیت پر پیداکرنا۔ اور جو کچھ کہ قرآن میں اموراتہ جیسے قلم اور لوح اور عرش اور کرسی اور جنت اور نار کے اخبار وار وہیں انکا اجرائی ان کے ظاہر پر واجب ہے اور اسی کے موافق ان کے ساتھ ایمان واجب ہے اس لئے کہ ان کے اثبات میں کوئی محال لازم نہیں آتا اور جو امور مستقبلہ جیسے قبر کا سوال اور ثواب اور عذاب اور جیسے میزان اور حساب اور مرط اور ایک سرہین کا جنت میں جانا اور ایک کا دوزخ میں جانا وارد ہے یہ سب حق ہے انکا اقرار واجب ہے اور ان کو اپنے ظاہر پر رہنے دینا واجب اس لئے کہ ان کے وجود میں کوئی محال لازم نہیں ۱۲ مترجم

یہود اور نصاریٰ یہ اہل کتاب کی اعظم امتوں میں سے دو بڑی امتیں ہیں اور ان دونوں میں سے یہود کی امت اعظم ہے اس لئے کہ شریعت ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور کل بنی اسرائیل اسی کے پیرو تھے اور اسی کے احکام کے مکلف تھے اور انجیل جو کہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے نہ کسی حکم کے ساتھ مختص ہوئی اور نہ اس نے حلال و حرام کا بیان فرمایا بلکہ وہ فقط رموز اور اشارات اور پند و نصائح اور ترغیب و ترہیب ہے اور باقی جتنے احکام کہ اس نے بیان کئے ہیں وہ کل تورات کی طرف منسوب ہیں چنانچہ یہود نے ایسویہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت قبول نہ کی۔ اور ادھنوں نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ عم خود تورات کی متابعت کے لئے مامور ہے لیکن اس نے تورات میں

تغییر اور تبدیل کر دی ہے اور ادھون نے عیسیٰ پر ان تغیرات کا الزام لگایا۔ اول یہ کہ
 اوس نے یومِ سبت یعنی شنبہ کو یکشنبہ کے ساتھ بدل کر دیا۔ اور دوسرا خنزیر کا کھانا
 حلال کہا حالانکہ تورات میں حرام ہے اور سویم ختنہ اور غسل وغیرہ۔ لیکن اہل اسلام نے
 انہیں کی کتابوں سے ثابت کر دکھلایا ہے کہ ان دونوں امتوں نے اپنے اپنے کتابوں
 میں خود تحریف اور تبدیل کی اور اسی بنا پر امتِ یہود کے اکثر فرقہ ہوئے اور
 امتِ نصاریٰ کے بہتر اور ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف اور اسکو مخرب
 بتلاتا ہے۔ ورنہ عیسیٰ علیہ السلام تو انہیں احکام کا ثابت کرنے والا تھا کہ جو موسیٰ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا تھا اور ان دونوں انبیاء علیہما السلام نے ہمارے رسول
 بنی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدم شریف کی بشارت دی اور ان امتوں کو
 ان کے اماموں اور نبیوں اور کتابوں نے اس امر کا حکم کیا۔ اور اسی بنا پر ان کے
 اسلاف نے قبل ظہور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قرب وجوار میں قلعوں اور
 سکافون کو بنا کیا تاکہ رسول آخر الزمان کو نصرت دیں اور ان اسلاف نے
 ان امتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شام کے وطنوں کو چھوڑ کر وہاں جا کر پیش قدمی کریں
 اور رسول آخر الزمان کو جب کفار ان کی پہاڑی پر حق کا ظہور ہوا اور دارِ ہجرت یعنی مدینہ
 اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے تو اوس کی نصرت اور مدد کریں لیکن جب اسکا
 ظہور ہوا تو خود اوس کے منکر ہو گئے جبکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانُوا
 مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِيُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ

عَلَى الْكَافِرِينَ۔ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا اور
 ساعیر پر ظاہر ہوا اور فاران پر کمال اور علو کو پہنچا۔ اور ساعیر بیت المقدس
 کی پہاڑیان ہین کہ جہان عیسیٰ کا ظہور ہوا اور فاران مکہ کی پہاڑیان ہین کہ جہان
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کمال ہوا۔ اور جب کہ اسرار الہی اور
 انوار ربانی کے تین مراتب ہین۔ یعنی وحی اور تنزیل اور مناجات۔ اور
 ان کے تاویل کے بھی تین مراتب یعنی مبداء اور وسط اور کمال۔ اور آنے کو
 مبداء کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اور ظہور کو وسط کے ساتھ اور علو کو کمال کے ساتھ
 لہذا تورات نے مع شریعت کے طلوع اور اوس کے نزول کو طور سینا پر آنے کے ساتھ
 تعبیر کیا اور طلوع آفتاب کو ساعیر پر ظاہر ہونے کے ساتھ اور درجہ کمال اور استواء
 پر پہنچنے کو فاران پر علو کے ساتھ۔ اور اس کلمہ سے مسیح اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم
 دونوں کی نبوت کا اثبات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر پوری دلیل
 نصاریٰ کے دین اعتراضی کی حقیقت ان کے تین فرقوں کے مقالات کے دیکھنے سے
 بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔ ایک فرقہ ملکائیسہ یہ ملکاکہ اصحاب ہین کہ جو روم میں
 ظاہر ہوا اور اوس کا حاکم بنا۔ انکا قول ہے کہ مسیح نے حواریوں کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں
 نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست رکھو اور جو تمہیں لعنت کہے تم اوسکو
 دعاے برکت دو اور جو تم پر غصہ کرے تم اوس کے ساتھ احسان اور نیکوئی کرو اور جو
 تم کو ایذا دیوے تم اوس کے لئے دعاے خیر مانگو تاکہ تم اپنے اوس باپ کے

بیٹے بنو کہ جو آسمان میں ہے اور اوس کا آفاقی صبا الحین اور فاجرین پر چمک رہا ہے
 اور اوس کی رحمت کے قطرہ پاکوں اور ناپاکوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ اور تم کامل بنو
 جیسے کہ تمہارا باپ آسمان میں کامل ہے۔ اور کہا کہ تم اپنے صدقات کی طرف نظر کرو
 اور دکھائی کے لئے مقدم اور معظم آدمیوں کو مت دو مباداتہا رہے باپ کے نزدیک
 جو کہ آسمان میں ہے اور کاکوئی جسد نہ ہو۔ اور سولی کے وقت کہا میں تمہارے اور
 اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اسی بنا پر جبکہ ایوس باشندہ قسطنطنیہ نے کہا کہ
 قدیم فقط اللہ ہے اور سچ اور کابندہ مخلوق ہے ٹر بطارقہ اور مطارنہ اور اساقفہ
 یہ کل نصاریٰ کی قوم کے معظم قبیلے شہر نفیس میں اپنے پادشاہ قسطنطین کے
 پاس جمع ہوئے اور ادھنوں نے حضور پادشاہ میں دین نصاریٰ کے گہرنے کیلئے
 ایک کونسل ۳۲۵ عیسوی میں تین سو تیرا آدمیوں کی منعقد کی جس میں یہ اعتقاد قرار پایا
 کہ ہم اللہ واحد کے ساتھ جو کہ باپ ہے اور ہر شئی کا مالک اور ظاہر اور پوشیدہ کا مانی
 اور نیز ابن واحد کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ جو ایشوع مسیح اللہ کا بیٹا اور تلم
 مخلوقات کے مقدم اور اول ہے اور وہ مصنوع نہیں بلکہ خدا سے حق سے خدا ہی حق ہے
 وہ اپنے اوس باپ کے جوہر سے ہے کہ جس نے کل عالم کو اور نیز ہر شئی کو ہمارے
 محکم بنایا اور وہ ہماری خلاصی کے لئے آسمان سے نازل ہوا اور روح القدس سے
 جسد میں آیا اور مریم بکتمذا سے متولد ہوا اور فیلاطوس کے زمانہ میں سولی پر چڑھا
 اور دفن کیا گیا پھر تیسرے دن قبر سے نکلا اور آسمان کی طرف صعود کر گیا۔ اور اپنے باپ

رسول علیہ السلام کی تکذیب کی ہے۔ اور براہی بطریق اولیٰ کافی ہے اس لئے

کے دائیں ہاتھ کی طرف جا بیٹھا اور وہ دوسری دفعہ آنے کے لئے مستعد ہے تاکہ مزدون اور زندون کے درمیان تضا کرے۔ اور ہم روح القدس پر ایمان لاتے ہیں جو کہ واحد ہے اور وہ روح الحق جو اپنے باپ سے نکلیگا۔ اور نیز محمودیہ واحدہ پر ایمان لاتے ہیں تاکہ ہماری خطا معاف ہو اور نیز طہت واحدہ قدسیہ مسیحیہ جاثلیقیہ پر ایمان لاتے ہیں اور نیز ایمان لاتے ہیں کہ ہمارے بدن قائم رہینگے اور اب الابد تک زندہ رہیں گے۔ یہ ان کلمات پر پہلا اتفاق اور پہلی کونسل تثلیث پر ہے جسکو پادری گلبین صاحب نے بھی قال آف رومن پرن کونسل یعنی تنزل سلطنت رومنہ الکبریٰ میں مفصل لکھا ہے پھر اس کے بعد کئی کونسلین ہوتی رہیں کہ جو ان کلمات کے برخلاف ہیں۔ پس اس میں نصاریٰ کی حقیقت ناظرین اصل حاملہ پر واضح ہو سکتی ہے کہ کیا ہی اور ایسے پادری کس شریعت محمدیہ کو آسمانی بتا کر ادنیٰ طرف لوگوں کو بہا رہے ہیں۔

دوسرا فرقہ نستوریہ ہے کہ جو حکیم نستور کے اصحاب ہیں اور وہ مامون کے زمانہ میں ظاہر ہوا اور اوس نے اپنی رائے سے انجیل میں تغیر اور تحریف کی اور اسکو دین نصاریٰ میں ایسی نسبت ہے جیسے کہ مسٹر کو شریعت محمدیہ میں تیرا فرقہ یعقوبیہ ہے جو یعقوب کے اصحاب ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں اور ان کے ہم مذہبون میں بڑا ہی خط ہے جسکا ذکر مفصل کتاب الملل میں ہے مترجم ۱۲

۱۳ براہیہ اہل ہند کا ایک فرقہ ہے کہ جو ایک شخص بن ہام نام کی طرف منسوب ہے

اس لئے کہ اس نے مع اپنے رسول کے باقی رسولوں کا انکار بھی کیا ہے۔
 اور دہریہ بھی بطریق اولیٰ کافر ہے اس لئے کہ اس نے رسولوں
 کے علاوہ مژمل یعنی خدا کا بھی انکار کیا ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کفر بھی
 عِدَّت اور حریت کے مانند ایک کم شرعی ہے اس لئے کہ کفر کا
 معنی خون کی اباحت اور آگ میں ہمیشہ رہنے کا ہے اور اس کا
 ادراک شریعت سے ہی۔ پہریہ اور اک یا تونس سے ہوگا اور یہاں
 پر قیاس کرنے سے لیکن یہود اور نصاریٰ کے بارہ میں تونسوں
 وارد ہو چکی ہیں لہذا براہمہ اور ثنویہ اور زنادقہ اور دہریہ بطریق
 اولیٰ اوں سے لاحق ہوئی اور یہ کل فرقہ مشرک ہیں اس لئے کہ یہ
 کل رسول علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کوی کہ تکذیب کرتا ہے
 وہ کافر ہے پس یہی جامع اور مانع علامت ہے۔

اس شخص نے اپنی قوم کو خامک نفعی نبوت کی تعلیم دی اور یہ کئی اصناف ہیں
 ایک وہ جو بد کے قائل ہیں۔ اور دوسرے اصحاب کرامہ تیسرے
 اصحاب تناسخ۔ مگر جو قوم کہ اہل منہ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
 نبوت کی قائل ہے اور کاناہم ثنویہ ہے۔ اور انہیں میں سے ایک وہ قوم
 ہے کہ جو فوراً غفلت کو قدیم اور ازل قرار دیتی ہے برخلاف فرقہ مجوس کہ
 وہ غفلت کو حادث کہتے ہیں ۲۴ ہرم

فصل

جان تو کہ یہ جو کچھ کہ ہم نے ذکر کیا ہے باوجود اسکے کہ ظاہر اور جلی ہے تاہم اسکے تحت میں گہراؤ بلکہ تمام گہراؤ ہے اس لئے کہ جو فرقہ کہ اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے تو اوسکی طرف تکذیب رسول کی نسبت کرتا ہے چنانچہ حبلی اس زعم پر شعری کی تکفیر کرتا ہے کہ شعری نے اللہ تعالیٰ کے لئے جانب فوق اور عرش پر استواء کے نہ ثابت کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے۔ اور اشعری اس زعم پر حبلی کی تکفیر کرتا ہے کہ اوس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ کی اور اس امر کے انکار میں کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں رسول کی تکذیب کی ہے۔ اور اشعری نے معتزلی کی تکفیر اس زعم پر کی ہے کہ اوس نے روت باری تعالیٰ کے جواز اور اوس کے لئے علم اور قدرت اور باقی صفات کے نہ ثابت کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے۔ اور معتزلی نے اشعری کی تکفیر اس زعم پر کی ہے کہ صفات کے ثابت کرنے میں کثرت قدام کی لازم آتی ہے اور اس سے امر توحید میں فتور آنے سے رسول کی تکذیب لازم آتی ہے پس اس درطہ اور بہنوس سے تجھے بغیر اسکے نجات نہیں کہ تو تکذیب اور تصدیق کی تعریف اور ان دونوں امور کی حقیقت کو دریافت کر لے

پھر یہ ہے جس سے ان کی تفریق کی زیادتی اور فضولی کہ جو بعض
 بعض کے مین کی ہے ظاہر اور منکشف ہو جائیگی پس مین کیست
 کہ تصدیق کا رجوع خبر بلکہ خبر کی طرف ہوتا ہے اور حقیقت اسکی اس
 شے کے وجود کا اقرار کرنا ہے کہ جسکی وجود کی نسبت رسول علیہ السلام
 خبر دی ہے۔ مگر وجود کے لئے پانچ مرتبہ ہیں اور انہیں پانچ مرتبوں
 سے غافل ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ نے اپنے مخالف کی طرف
 تکذیب کی نسبت کی ہے اس لئے کہ وجود ذاتی ہی ہے اور خستی
 اور خیالی اور عقلی اور شبہی بھی۔ پس جو شخص کہ ان پانچوں وجوہ
 مین سے کسی ایک وجہ سے اس شے کا اعتراف کرے کہ جسکی جو
 کی نسبت رسول علیہ السلام نے خبر دی ہے تو وہ شخص مطلق طور پر
 مکذب نہیں ہے۔ پس ہم وجود کے ان پانچوں اصناف کی شرح
 کر کے ہر ایک کی مثال الفاظ تاویلات مین ذکر کرتے ہیں۔
 پس وجود ذاتی یہ وہی وجود حقیقی ہے کہ جو جس اور عقل سے
 خارج مین ثابت ہے۔ لیکن جس اور عقل اسکو اخذ کرتی ہے اور
 اس اخذ کا نام ادراک ہے جیسے آسمان اور زمین اور حیوانات
 اور نباتات کا وجود کہ جو ظاہر ہے اور جس اور عقل سے خارج مین
 لیکن جس اور عقل اسکا ادراک کرتی ہے۔ بلکہ وجود کا معنی معروف

یہی ہے کہ جسکو اکثر لوگ جانتے ہیں اور اسکے سوا کسی دوسرا
 معنی وجود کے لئے اون کے نزدیک معروف نہیں اور وجودِ حسی
 وہ ہے کہ جو آنکھ کی قوت باصرہ میں متمثل ہوتا ہے اور جس کے لئے
 آنکھ سے خارج میں کوئی وجود نہیں پس گویا وہ وجود حس میں
 ہی موجود ہوتا ہے اور قوتِ حاسہ ہی اس کے ساتھ مختص ہے اور جس کے
 ساتھ کوئی دوسری چیز اس وجود میں شرکت نہیں رکھتی جیسے کہ سوینا
 شخصِ خراب میں دیکھتا ہے یا جیسے کہ کبھی مریض آدمی بیداری کی
 حالت میں دیکھتا ہے اس لئے کہ کبھی مریض کی آنکھ میں ایسی صورت
 متمثل ہونے لگتی ہے کہ جس کے لئے مریض کی حس سے خارج میں کوئی
 وجود نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کو اس طرح پر دیکھنے لگتا ہے جیسے کہ باقی
 موجودات کو کہ جو اس کی حس سے خارج میں ہیں بلکہ کبھی انبیاء اور
 اولیاء علیہم الصلوٰات والسلام کے لئے بھی حالت بیداری اور صحت
 میں ایسی خسیلہ صورتیں متمثل ہوتی ہیں کہ جو حواسِ ملائکہ کے لئے محاک
 اور شاہد ہوتی ہیں اور انہیں جمیلہ صورتوں کے واسطے سے اون کی
 طرف الہام اور وحی کی تبلیغ ہوتی ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بسبب
 اپنی صفائی باطن کے اون امورِ غیبیہ کو بیداری کی حالت میں دیکھتی ہیں
 کہ جنکو دوسرے لوگ خواب کی حالت میں دیکھتی ہیں جیسے کہ حضرت

مریم علیہا السلام کے لئے حضرت جبریل کا بشر کی صورت میں متمثل ہوا اور جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل کو اکثر حالات میں دیکھنا لیکن باوجود اس کے آنحضرت نے جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں فقط دو دفعہ ہی دیکھا اور جیسے کہ آنحضرت کا جبریل علیہ السلام کو مختلف صورتوں میں متمثل دیکھنا اور جیسے کہ خود ذات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں دکھائی دیتی ہے اور باوجود اس کے فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے بالتحقیق مجھے دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت کے ساتھ متمثل نہیں ہوتا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دکھائی دینا اس طرح نہیں ہوتا کہ آنحضرت کا شخص مبارک مدینہ منورہ کے روضہ مبارک سے خواب دیکھنے والے کے مقام خواب میں منتقل ہو کر آتا ہو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھائی دینا اس طریقہ پر ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والے کی فقط حس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک موجود ہو جاتی ہے اور اس کا سبب اور اس کا امر ایک امر طویل ہے کہ جب کوہم نے اپنی بعض کتابوں میں مشروح طور پر بیان کیا ہے۔ پس اگر تو اس امر کی

۱۵ امام غزالی رح اپنے رسالہ حقیقت روح میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاید خواب میں دیکھنے والا یہ کہے کہ وہ آپ کی مثال کو دیکھتا ہے جسم مبارک نہیں دیکھتا اب وہ یا تو

تصدیق نہ کرنا ہو تو اپنی آنکھ کی تصدیق کر اس لئے کہ تو آگ کی چنگاری کو دیکھتا ہے کہ گویا وہ ایک نقطہ ہے پھر تو اسکو سرعت کے ساتھ مستقیم طور پر حرکت دیتا ہے تو اسکو ایک خط آگ کا دیکھتا ہے اور پھر اس چنگارے کو مستدیر طور پر حرکت دیتا ہے تو اسکو آگ کا دائرہ دیکھتا ہے

مثال بسم علیہ السلام کی کیگیا مثال روح کی جو صورت اور شکل سے پاک ہے تو یہ صورت قبل میں کہتے ہیں کہ جسم تو بذات خود محسوس ہی ادھکی مثال کی کیا جا جاتا ہے پھر جس نے نبوت کے بعد رسول مقبول م کی جسم مبارک کی مثال کو دیکھا اور روح کو نہ دیکھا اس نے نبی م کو تو نہ دیکھا بلکہ جسم کو دیکھا کیونکہ نبی م روح سے مراد ہے نہ کہ ہڈیوں اور گوشت سے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ رسول مقبول م کی روح مقدس کی مثال ہے کہ جو محل نبوت کے اور جو اس نے دیکھی ہے وہ حقیقت میں روح کی مثال ہے اور وہ حضرت م کی روح اور اسکا جوہر ہے جسم نہیں اور حدیث مَن دَآئِیْ فِی مَنَامٍ فَقَدْ رَآئِیْ سے یہ مراد ہے کہ جو اس نے دیکھا وہ مثال ہے کہ جو معرفت حق کے لئے میرے اور دیکھنے والے میں واسطہ ہو گئی۔ پس جو ہر نبوت سے روح مقدس حضرت م کی جو بعد مفارقت حضرت کے باقی ہے رنگ اور شکل اور صورت سے پاک ہے۔ لیکن مثال مطابق کے واسطہ سے امت کو اس روح کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ مثال ایک ایسی شکل ہے کہ جس کے لئے رنگت اور صورت سے اقول ممکن ہے کہ وہ صورت آنحضرت م کی روح کی مثال نہ ہو بلکہ خود ذات شریف آنحضرت م کی ہو اس لئے کہ روح ایک ایسا جوہر لطیف ہے کہ جس کے لئے

اور یہ دائرہ ناری اور خط ناری دونوں دکھائی دیتے ہیں حالانکہ ان دونوں کا وجود فقط تیری حس میں ہے نہ کہ حس سے خارج میں اسلئے کہ ہر حالت میں موجود خارجی فقط ایک نقطہ ہے لیکن اس نقطہ کا خط ہو جانا اوقات متعاقبہ میں ہوتا ہے لہذا خط کا وجود ایک ہی حالت میں ثابت نہ ہو گا حالانکہ وہ تیرے مشاہدہ میں ایک ہی حالت میں نقطہ

قرب اور بعد مقدر نہیں اور چونکہ آنحضرت ؐ کا جسم مبارک حکم روح رکھتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت ؐ کے جسم مبارک کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا ہوتا تو ممکن ہے کہ خواب میں ہزار سال کو ایک ہی وقت میں آنحضرت ؐ کا جسم مبارک کہ جو مدینہ منورہ کے روضہ مبارک میں ہے مع روح دکھائی دیوے اور ایک ہی وقت میں ہزار آسمانوں کے انگہ میں اسکا جلوہ تجلی دیوے لیکن مختلف اشکال میں دکھائی دینا اسکا سر ایک امر غامض ہے کہ جو دیکھنے والوں کی قوت ایمانیہ اور مناسبت روحانیہ کی طرف راجع ہے۔ اسبطح اولیاء کرام مجتبیہ قول ہے کہ **اَرَوَّاحِنَا اَجْسَادُنَا اَجْسَادُنَا** اَرَوَّاحِنَا وہ بھی مختلف صورتوں میں مختلف دیکھنے والوں کی نظر میں ایک ہی وقت دکھائی دیتے ہیں اور ایک ہی آن میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق جا پہنچتے ہیں۔ **فَيَذَرُوكَ اَعْدَانُكُمْ وَيَنْصَرُّونَ اَوْلِيَاكُمْ** پس اسے میری دانش یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ؐ کا روح مع جسم مبارک کشف مجاہد کے وقت نہ دکھائی جاوے گا لہذا ثبوت اکثر اولیاء اللہ کے مشاہدہ سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

ثابت ہے۔ اور وجود خیالی اسہن محسوسات کی صورت ہے جب کہ وہ تیرے حس سے غائب ہو جاتی ہیں اس لئے کہ تجھے اس امر کی قدرت ہے کہ تو اپنے خیال میں ہاتھی اور گہوڑے کی صورت اختراع کر لے گو اپنی آنکھوں کو بند کیوں نہ کر لے یہاں تک کہ تو اسکو اس حالت میں دیکھنے لگتا ہے کہ وہ اپنی کمال صورت کے ساتھ تیرے دماغ میں موجود ہو جاتا ہے نہ خارج میں۔ اور وجود عقلی اس طرح ہے کہ ایک شے کے لئے روح یعنی حقیقت اور معنی جدا ہوا اور صورت جدا لیکن عقل فقط اس شے کے مجرد معنی کا القاء کرے اور اسکی صورت کو خیال یا حس یا خارج میں ثابت نہ کرے جیسے یہ یعنی ہاتھ کہ اس کے لئے ایک صورت یہی ہے کہ جو محسوس اور متخیل ہے اور نیز اسکے لئے ایک معنی بھی ہے کہ جو اسکی حقیقت اور روح ہے اور وہ حقیقت کیا ہے یعنی پکڑنے کی قدرت کہ جو کہ ہاتھ عقلی ہے۔ اور جیسے قلم اس لئے کہ اسکے لئے بھی ایک صورت جدا ہے لیکن حقیقت اسکی وہ ہے کہ جس سے علوم کے نقوش کہے جاتے ہیں اور یہی معنی عقل کو حاصل ہوتا ہے بے اس کے کہ لکڑی یا کانے کی صورت خیالی یا حسی سے مقرون ہو اور وجود شے ہی وہ ہے کہ نفس شے فقط باعتبار صورت کے موجود ہے نہ باعتبار حقیقت کے نہ خارج میں اور نہ حسن میں اور نہ خیال میں اور نہ

عقل میں لیکن حقیقت میں کوئی دوسری شے موجود ہو کہ جو شے اول کے ساتھ کسی ایک خاصہ اور صفت میں مشابہت رکھتی ہے۔ اور عنقریب جب کہ میں تاویلات میں تیرے لئے اسکی مثال ذکر کر دگنا تو تجھے وجود شبہی کی سمجھ جاوے گی۔ پس وجود اشیا کے یہی مراتب ہیں۔

فصل

اب تو ان پانچوں درجوں کی مثالیں الفاظ تاویلات میں استماع کر پس وجود ذاتی چندان تاویل کی طرف محتاج نہیں اور یہ وہی وجود ہے کہ جو اپنے ظاہر پر جاری رہتا ہے اور تاویل نہیں کیا جاتا اور یہی وجود مطلق حقیقی ہے جیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش اور کرسی اور ساتون آسمانوں کی نسبت خبر دینا اس لئے کہ یہ اجسام فی نفسہا موجود ہیں۔ حس اور خیال سے ادراک کئے جاوین یا نہ کئے جاوین۔ اور وجود حسی کی مثالیں تاویلات میں کثرت سے ہیں اور میں سمجھہ پر فقط دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز موت کو ایک خوبصورت مینڈھے کی صورت میں لایا جائیگا اور بہشت اور دوزخ کے درمیان اسکو فوج کیا جاوے گا۔ پس جس شخص

کے نزدیک برہان اور دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ موت عرض ہے یا غیر عرض۔ اور عرض کا جسم ہو جانا محال اور قدرت سے خارج ہے تو وہ شخص اس حدیث کی یوں تاویل کرتا ہے کہ اہل قیامت کو وہ سینڈا دکھایا جاوے گا۔ اور انکو اعتقاد دلایا جاوے گا کہ یہی موت ہے اور یہ سینڈا انکی حس میں موجود ہوگا بغیر اس کے کہ خارج میں موجود ہو اور اس کو فوج کیا جانا ان کے لئے موت ہے یا اس اور ناسید کی باعث ہوگا اس لئے کہ جو فوج کیا جاتا ہے اس کے عود کی پھر امید نہیں رہتی۔ اور جس شخص کے نزدیک یہ برہان قائم نہیں ہے تو وہ اعتقاد کر لے گا کہ نفس فی ذاتہ سینڈا بنجاوے گی اور پھر فوج کیجاوے گی۔

دوسری مثال یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت اس دیوار کی پہنائی میں میرے سامنے کیا گیا۔ پس جس شخص کے نزدیک اس امر پر برہان ثابت ہے کہ اجسام میں داخل نہیں ہو سکتا اور چھوٹی چیز میں بڑی چیز نہیں سما سکتی تو وہ شخص اس حدیث کو اس معنی پر حل کرے گا کہ نفس جنت تو اس دیوار کی طرف منتقل نہیں ہوا تھا لیکن جس کے لئے جنت کی صورت اس دیوار میں اس طرح متشکل ہوئی کہ گویا جنت دکھائی دے رہا تھا۔ اور یہ منع نہیں کہ بڑی شے کی مثال ایک جزو صغیر میں دکھائی دیرے جیسے کہ آسمان ایک چھوٹے سے زمین پر دکھائی دیتا ہے۔

کیا بگڑتا ہے۔ جو اپنے ہوڑے نفع کے واسطے کسی قسم کی ایسی ویسی چیز کھلا پلا
 سو نگھاوین جس سے مین دیوانی باولی ہو جاوے۔ یا مر جاوے۔ یا میرے ایمان
 میں خلل آجائے۔ غرض مکر کی باتیں بنا بنو کر۔ انہیں تو بی مغلائی دھب پر لائیں۔
 اب انکے باوا جان کو ڈھب پر لانا رہا۔ اتفاق سے وہ بھی آگئے اور مغلائی نے
 ادب سے سلام کر کے عرض کیا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آج کل بڑی بیگم صاحب
 کچھ مترو دہیں۔ شاید چھوٹی بیگم سوتے سوتے دو ایک دفعہ
 چونک پڑیں اس کا اونکو وہم ہو گیا ہے۔ کہ خدا نخواستہ میری
 بچی کو سایہ جھپٹا ہو گیا ہے۔ ہم لوگ بہتیرا سمجھاتے ہیں۔ مگر وہ
 کہتی ہیں کہ لاکھوں میں اُسے اوپر والے کا خلل ہے۔ اب ڈر کے
 مارے نہ آپ سے کچھ کہتی ہیں نہ دل ہی مانتا ہے۔ اگر آپ
 براہ مصلحت دو چار تشفی کے کلمے کے بعد فرما دیں کہ کچھ اندیشہ نہیں رکھیں
 ہو جائیگی۔ تم جس سیانے ملاسنے کو بلا کر چاہو اپنا وہم نکال لو۔ میں کسی بات کو منع
 نہیں کرتا۔ نوا البصاحب بھی دم میں آگئے۔ اور بیگم صاحب سے جا کر جیسی کہ مغلائی
 نے پٹی پڑائی تھی کھدیا۔ او سوقت مغلائی نے بیگم صاحب سے اشارے میں
 کہا کہ کیوں۔ کیا چلتا ہوا منتر ہے او سکے بعد نوا البصاحب بیٹی کے پاس گئے۔

اور کھا کہ اسے راحت بیٹا چپ چاپ کیوں بیٹھی ہو خیر تو ہے وہ بولی اما جان بیٹے
 ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اسکی تعبیر لینی چاہتی ہوں۔ لیکن تعبیر دینے والا
 کوئی دانا و سمجھہ دار آدمی ہو۔ خواب تو بڑا نہیں ہے البتہ صاف سمجھہ میں نہیں
 آتا۔ خواب کو دیکھ کر میں بڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ جو ان نامراد اما۔ اسیلون نے
 خدا جانے کیا کیا کر رہے ہیں۔ کوئی آسیب۔ کوئی نظر۔ کوئی جادو۔ کوئی اوپر
 والا وغیرہ وغیرہ کہتا ہے۔ اما جان میں تو ہر ایک کے کہنے پر یقین لاتی ہیں۔
 اب اُسے کیا کہوں۔ میرا کہنا تو جھوٹ اور این نگوڑی پہیہ دلائی کرنی والیوں
 کی بات سچ میں کہوں تو کس سے کہوں بیٹھی تماشہ دیکھ رہی ہوں۔ نواب صاحب
 نے کھا خیر انکو بھی اپنی دل کی ہوس نکال لینے دو۔ وہ تو یہ کہتے ہوئے باہر
 چلے گئے۔ بی مخلانی نے راحت زانی کی والدہ سے کہا چلو اپنے ہاتھ سے گنڈا
 تعویذ جو کچھ چاہو صاحب زادی کو پہنا دو جس طرح میان کا منہ کل گیا۔ اُس سے
 زیادہ لڑکی پراثر ہوا۔ مگر پھلے اس کے بھیٹ کا بندوبست کر لو ایسا ہنوک بھیٹ نہ دینے
 سے سوکل اولٹ پڑیں جب کام بن جاتا ہے تو بھیٹ بھی ترُت ہی دی جاتی ہے۔
 خیر پہلے بیٹی کے پاس جا کر دیکھ لو وہ کیا کہتی ہے۔ دونوں کی دونوں راحت زانی
 کے پاس گئیں۔ لڑکی مان کو دیکھتی ہی ادھڑی بیٹھی اور کھا۔ اما جان کیا کہتی ہو جو کچھ

کھوین کرنے کو موجود ہوں۔ یہ سارا تمہارا دھم ہے اور خدا نخواستہ جس بات کا
 تم کو خیال ہے۔ اسکا سان گمان بھی نہیں۔ ان خوش ہو گئی۔ بیٹی کی چٹ چٹ سکر
 بلا میں لے ڈالیں۔ بیراگی کے جنتر سیانوں کے توید لانوں کے گنڈے ڈہیر کے
 ڈہیر بچی کے گلے میں ڈال فلیتون کی دھونی دینے بیٹھ گئیں۔ راکے نے مغلائی کی طرف
 غضب کی نگاہ سے دیکھا وہ بولی اپنی بچی کی قسم یہ فلیتے صرف خدا کے نام کہے ہوئے
 ہیں۔ وہ دھونی نہیں ہے جسکا میں نے تم سے اقرار کیا ہے۔ راحت زامانی نے والد سے
 کہا کہ اب تو آپ خوش ہو میں۔ بیگم صاحب بولیں اب کیون نہ خوش ہوں گی خدا
 بہلا کرے بی مغلائی کلجنہوں نے تمہارا مزاج سالان میں کیا۔ وہ ان سے آتے ہی مغلائی
 کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا کہ جلد بیراگی کی بھیٹ دے آؤ اور اس سے
 یہ بھی پوچھتی آؤ کہ راحت کے سرے کے پہول کب کہلین گے۔ میں اسکا بھی
 جو کچھ وہ بتائینگے دید ونگی۔ مجھے کسی کا حق رکھنا نہ طور نہیں۔ مغلائی سے پوچھا کیا
 دینا چاہیے۔ اسنے کہا بڑے منہ والا ہے۔ سودو سو کی پروا بھی نہ کر لگا غیر بیگم
 صاحب نے صندوق کہو لکر مغلائی کے حوالہ کیا کہ حسب قدر میں وہ خوش ہو
 لیجاؤ۔ مغلائی ڈرتے ڈرتے سات سو روپیہ نکالے۔ بیگم صاحب نے کہا جو وہ اس
 پر بھی راضی نہ ہو۔ اور موکلون کے بھیٹ میں دیر ہو جانے سے خدا نخواستہ

کچھ آدھے اور ہو جائے تو مین کیا کر دنگی۔ دو سو میرے طرف سے اور لیتی جاؤ۔
 اگر ایسا ہی ہو تو واپس لانا۔ مغلائی بولی سچ ہے بڑی دنگی بات بڑی ہوتی ہے۔
 جب خدا تعالیٰ روپیہ دیتا ہے تو ساتھ ہی غفل بھی عطا کرتا ہے۔ مغلائی نو سو روپیہ
 پوٹلی بغل میں مار اپنے بیٹی کے گھر پونجی۔ اور سب روپیہ دیکھ بیراگی کے پاس پہنچی
 اور دو روپیہ قدموں پر رکھ کے کہنے لگی کہ سائین جی ابھی مزاج تو نہیں سدھرا۔
 لیکن چونکہ کیس قدر موقوف ہے۔ اب یہ تہلہ دے کہ اوسکی شادی کب تک ہو جائیگی
 اوسنے کہا کہ شام کو تہلا دنگا۔ اسوقت میرے چلے کو مکان تہلا دو۔ چیلون نے
 نواب کا مکان غالب نشان دیکھ پایا۔ رات ہی کو ایسی چوری کی کہ تمام گہر میں
 جھاڑو پھیر دی۔ لاکھون کامل و نقد اٹھا لیگئے۔ اور نواب صاحب پچاڑے
 صبر کر کے رہ گئے۔ مغلائی بیراگی سے مل خوشی خوشی اپنے سرکار میں آئی۔ اور سطح
 جوگی کا حال بیان کیا کہ بیوی وہ تو کوئی بڑا ہی پہونچا ہوا فقیر ہے اوس کے
 سٹھ سے جو کچھ نکلتا ہے ہو کر رہتا ہے۔ مین نے جون ہی سات سو روپیہ کی
 پوٹلی پیش کی۔ دیکھتے ہی انگ بگولہ لگیا۔ اور کہا کہ جا اگر تو اور روپیہ کا بندو
 بہنیں کرنی تو ہمارے موگالوں کو ایک بھلوٹی کے بچے کی سیٹ دیدے۔ اور
 تہندے تہندے چلی جاو نہ تیرے سارے کہنے د محلے تک پرافت آجائیگی۔

باعتبار قرب منزلت کے اور مطاع اس اعتبار سے کہ بعض ملائکہ کے
 حق میں وہ متبوع ہے۔ پس اس شخص نے قلم اور ناتہ کو عقلی ثابت کیا
 نہ حسّی اور خیالی اور اس طرح اس شخص نے کہ جس نے یہ دینے ہاتھ
 کہ اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا ہے قدرت ہو یا کوئی دوسری صفت
 جیسے کہ سنگھین کا اسمین اختلاف ہے۔ اور وجود شہبی جیسے غضب
 اور شوق اور سرخ اور صبر وغیرہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے حق میں وارد
 ہو ہی ہیں۔ اس لئے کہ مثلاً غضب کی حقیقت یہ ہے کہ ارادہ تشفی کیلئے
 خون دل کا ابلنا لیکن یہ معنی اللہ تعالیٰ کے حق میں نقصان اور الم
 سے جدا نہیں پس جس شخص کے نزدیک اس امر پر برہان قائم ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نفس غضب کا ثبوت ذاتی اور حسّی اور خیالی اور عقلی
 محال ہے تو وہ اس کی تاویل ایک دوسرے صفت کے ثبوت پر کرتا ہے کہ
 جس سے وہی شئ صادر ہوتی ہے کہ جو غضب سے صادر ہوتی ہے
 جیسے عذاب کا ارادہ کرنا حالانکہ ارادہ کو غضب سے حقیقت ذاتیہ میں کوئی
 مناسبت نہیں بلکہ ایک صفت میں ہے کہ جو اس سے قریب قریب
 اور ایک اثر میں جو اس سے صادر ہوتا ہے اور وہ کیا ہے یعنی
 ایلام یعنی دکھانا۔ پس یہ مراتب تاویلات کے ہیں جو ذکر ہو چکے۔



فصل

جان تو کہ جو کوئی شخص کہ شارح کے اقوال میں سے کسی قول کو ان
مراتب کے کسی ایک مرتبہ کے موافق تاویل کرے تو وہ شخص بھی
مُصَدِّقین میں سے ہے اس لئے کہ تکذیب اور صورت میں ہے
کہ ان تمام معانی کا انکار کرے اور زعم کرے کہ جو کچھ کہ شارح نے
کہا ہے اس کا کوئی معنی نہیں بلکہ کذب محض ہے اور غرض اس کی اس
قول میں فقط فریب دہی یا کوئی دنیا کی مصلحت ہے پس یہی کفر محض اور
زندقہ ہے۔ اور تاویل کرنے والوں کو جب تک کہ وہ قانون تاویل
کی پاس کرتے ہیں کفر نہیں لازم آسکتا جیسے کہ ہم عنقریب اس امر کی طرف
اشارہ کریں گے اور کیونکہ کفر لازم آسکتا ہے حالانکہ اہل اسلام کا کوئی ایسا
فریق نہیں کہ جس کو تاویل کی طرف اضطراب نہ ہو۔ چنانچہ جبکہ زیادہ تر
تاویل سے احتراز کرنے والا شخص احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہے۔ اور
سب تاویلات میں سے حقیقت سے زیادہ تر تبید اور کلام کو مجاز
یا استعارہ کی طرف زیادہ تر قریب کرنے والا وجود عقلی اور وجود
شبیہی ہے حالانکہ اسی کے طرف حنبلی کو اضطراب ہے اور وہ اس کا
قائل ہے۔ چنانچہ میں نے حنبلی مذہب کے معتبر اماموں سے کہ جو

بغداد میں ہیں سنا کہ احمد بن حنبل نے فقط ذیل کی تین حدیثوں کی تاویل پر تصریح کی ہے۔

اول یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود میں اللہ تعالیٰ کا دھنا ہوتا ہے۔

اور **دویم** یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

اور **سویچم** یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین بین کی جانب سے نفس حسن اور اک کرتا ہوں۔

پس تو غور کر کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ان احادیث کی کس طرح تاویل کی جب کہ اوس کے نزدیک ان احادیث کی ظاہری معنی کی محال ہونے پر برہان قائم تھا لہذا اوس نے اس طرح پر تاویل کر کے کہا کہ دھنا چونکہ بطور عادت کے صاحب ہاتھ کی تقرب کے لئے چوما جاتا ہے اور حجر اسود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کے لئے چوما جاتا ہے تو گویا وہ بھی دھینے ہاتھ کی مثل ہے لیکن یہ مماثلت کوئی ذات اور صفات میں نہیں بلکہ ایک امر عارضی میں ہے اور اسی وجہ سے حجر اسود کو یحییٰ اللہ بولا گیا۔ اور یہ معنی جو امام احمد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے یہ وہی معنی ہے کہ جسکو ہم وجود شبہی بولتے ہیں اور یہ معنی تامی وجوہ

تاویلات میں سے بعید تر ہے۔ پس غور کر کہ اس بعید تر تاویل کی طرف
وہ شخص جو کہ سب سے زیادہ تر تاویل سے احتراز کرتا ہے کیونکر مضطر
ہوا۔ اور اسی طرح جب کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی
انگلیوں کا ہونا محال ثابت ہوا اس لئے کہ جو شخص اپنی وجدان میں تعقیب
کرتا ہے تو اس میں دو انگلیوں کا ہونا نہیں دیکھتا لہذا امام احمد بن حنبل
رضی اللہ عنہ نے ان دو انگلیوں سے اونکی روح اور حقیقت کی تاویل کی
اور وہ کیا ہے یعنی انکلی عقلی و روحانی کہ جس سے اشیاء کی تقلید اور
تحویل حاصل ہوتی ہے اور چونکہ انسان کا دل فرشتہ اور شیطان کے
دوسو سے ہیں اور انہیں دونوں سے دلون کو پہیرتا ہے لہذا دو انگلیوں
کے ساتھ ان دو دوسو سے تعبیر کی۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے
فقط ان تینوں احادیث کی تاویل پر اس لئے اکتفا کیا کہ ان کو فقط اسبقہ
میں استحالة معلوم ہوا اس لئے کہ نظر عقلی میں اونکو تمق نہ تھا اور اگر ان کو
تمق ہوتا تو بار تعالیٰ کے لئے جہت فوق کے اختصاص وغیرہ میں بھی
کہ جس کی انہوں نے تاویل نہیں کی استحالة ظاہر ہو جاتا۔ اور شعری
اور معتزلی نے بسبب زیادہ تفصیل درمباحثہ کے اکثر طواہر کی تاویل کی
طرف بھی قدم بڑایا۔ اور سب سے زیادہ حنابلہ کی طرف قریب تر امور
آخرت میں اشعریہ کی جماعت ہی۔ اس لئے کہ انہوں نے سوائے چند طواہر

اکثر ظواہر کو اپنے ظاہر پر ثابت رکھا ہے لیکن معتزلہ کی جماعت نے تاویلات میں نہایت سخت تو غل کیا۔ اور باوجود اس کے اشعری بھی کئی ایک امور کی تاویل کی طرف مضطر ہے جیسے کہ ہم نے رسول علیہ السلام کے اس قول کو ذکر کیا ہے کہ موت قیامت کے روز ایک بیج منڈھی کی صورت میں لائی جاوے گی اور جیسے کہ اعمال کا میزان سے وزن کیا جانا وارد ہے اس لئے کہ اشعری نے اعمال کی تاویل کر کے کہا کہ اعمال سے مراد اون کے صحیفہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اون صحیفوں میں درجات اعمال کے موافق وزن اور گرانی پیدا کر دیگا اور یہ تاویل گویا وجود ہی کے ساتھ کی گئی کہ جو سب وجوہات میں سے بعید ہی اس لئے کہ صحیفہ ایسے اجسام ہیں کہ جنہیں رقیق کہی جاتی ہیں۔ پس اصطلاحاً ثابت ہوا کہ اعمال اعراض ہیں لہذا جو شے کہ وزن کیجاوے گی وہ عمل نہیں بلکہ وہ ایسے نقش کا محل ہے کہ جو اصطلاحاً عمل پر دلالت کرتا ہے۔ اور معتزلی نفس میزان کی تاویل کرتا ہے اور اسکو ایک ایسے سبب سے تعبیر کرتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہر ایک کے لئے اپنے عمل کی مقدار منکشف ہو جاوے گی حالانکہ اسمین ادسقد لعسف نہیں جتنا کہ تاویل وزن صحائف میں ہے اور ہماری غرض اس بیان سے یہ نہیں کہ ایک تاویل کو صحیح بتلائیں اور دوسرے کو غلط بلکہ ہماری غرض فقط اس امر کا معلوم کرنا ہے

کہ ہر ایک فرقہ نے اگرچہ ظواہر کی ملازمت میں مبالغہ کیا ہے تاہم تاویل کی طرف مفسر ہے۔ مگر اس شخص سے بحث نہیں کہ جو عبادت اور تجاہل میں حد سے بڑگیا ہو اور کہے کہ حجر اسود بالتحقیق اللہ تعالیٰ کا دایہا تھا ہے اور موت اگرچہ عرض ہے لیکن بطریق انقلاب مینڈا بنجادیگی اور اعمال اگرچہ اعراض ہیں اور معدوم بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن تاہم میزان پر رکھی جاؤ گئے اور انہیں نقل ہوگا۔ اور جو شخص کہ اس حد تک جہالت کو پہنچ جاتا ہے گویا وہ شخص عقل کے رشتہ سے الگ ہے۔

فصل

اب تو تاویل کا قانون سماعت کر اور پہلے تو معلوم کر چکا ہے کہ کل فرقہ تاویل میں ان پانچوں درجوں پر متفق ہیں اور ان میں سے کوئی شکر بھی تکذیب کے دائرہ سے نہیں لیکن وہ کل فرقہ اس امر پر بھی متفق ہیں کہ ان سب درجات میں سے کسی ایک درجہ کی تاویل اس وقت جائز ہے کہ جب سنی ظاہر کے محال ہونے پر کوئی برہان قائم ہو۔ اور ظاہر اول ان درجات میں سے وجود ذاتی ہے اس لئے کہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے تو باقی سب اس کے ضمن میں آ جاتے ہیں پس اگر وجود ذاتی کا ارادہ کیا جانا مستلزم ہو تو اس کے بعد وجودی

کا مرتبہ ہے اس لئے کہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے تو باقی سب اسکے
 ضمن میں آ جاتے ہیں۔ پس اگر وجود حتی کا ثبوت متعذر ہو تو اس کے
 بعد وجود خیالی یا عقلی کا مرتبہ ہے پس اگر انکا تعذر ہو تو پھر وجود
 کا مرتبہ ہے کہ جو مجازی ہے۔ اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ
 استقامتی کی طرف عدول کرنا بغیر ضرورت برہان کے جائز نہیں۔ پھر
 اختلاف کا مرجع اختلاف برہان ٹھہرتا ہے اس لئے کہ مثلی کہتا ہے
 کہ باری تعالیٰ کے لئے جہت فوق کی طرف مختص ہونے کے استحکام
 پر کوئی برہان نہیں اور اشعری کہتا ہے کہ رویت باری تعالیٰ کے استحکام
 پر کوئی برہان قائم نہیں۔ اور ہر ایک اپنے خصم مقابل کے بیان کو
 پسند نہیں کرتا اور نہ اوسکو دلیل قاطع خیال کرتا ہے۔ اور خواہ کس طرح ہو
 یہ لائق نہیں کہ کوئی فریق اپنے خصم مقابل کی تکفیر اس خیال سے کرے
 کہ اوسکو برہان میں غلطی کرنے والا جانتا ہے۔ ہاں اسقدر جائز ہے
 کہ اپنے خصم کو غلط برہانی کے خیال سے گمراہ یا بدعتی بولے۔ لیکن
 گمراہ تو اس لئے کہ اوس کے نزدیک خصم مقابل اوس کے طریق سے
 گمراہ ہے اور بدعتی اس لئے کہ اوس نے ایک ایسا نیا قول ایجاد
 کر لیا ہے کہ جسکی نسبت سلف سے تصریح کا ہونا مہود نہیں اس لئے
 کہ سلف سے یہ امر شہور چلا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز دکھلائی

پس جو شخص کہ یہ کہتا ہے کہ وہ دکھائی نہ لگتا تو اوس کا یہ قول بدعت ہے اور اگر روئے کی تاویل پر تفریح کرے تو یہ بھی بدعت ہے بلکہ اگر اوس کے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ روئے کا معنی دل کا شاہد ہے تو بھی لائق ہے کہ اسکا اظہار کرے اور نہ اسکا ذکر کرے اس لئے کہ سلف نے اسکو ذکر نہیں کیا۔ لیکن ساتھ ہی جبلی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت فوق کا ثابت کرنا سلف کے نزدیک مشہور ہے مگر یہ امر کسی نے سلف میں سے ذکر نہیں کیا۔ کہ عالم کا پیدا کرنے والا نہ عالم کے ساتھ متصل ہے اور نہ منفصل اور نہ اوس میں داخل ہے اور نہ اوس خارج اور یہ کہ جہاں سے اوس سے خالی ہیں اور اوسکی طرف جہت فوق کی نسبت ایسی ہے جیسے جہت تحت کی نسبت۔ پس یہ قول کہ جو ملک منقول نہیں بدعت ہے اس لئے کہ بدعت کا معنی بھی ہے کہ ایک ایسی بات کا ایجاد کرنا کہ جو سلف سے ماثر نہ ہو۔ اور یہاں پر تیرے لئے واضح ہو جائیگا کہ یہاں دو مقام ہیں۔

پہلا مقام تو عام مخلوقات کا ہے اور اوس میں امر حق یہ ہے کہ ظواہر کا اتباع کیا جاوے اور ان ظواہر کو اپنے ظواہر سے نہ بدلایا جائے اور جس تاویل کی نسبت کہ صحابہ کرام نے تفریح نہیں کی اوس کے ایجاد اور اتباع سے احتراز کیا جاوے اور باب سوال کو بالکل قطع اور علم کلام

میں خوض اور بحث اور قرآن اور حدیث کے الفاظ مشابہ کی اتباع سے زجر کی جاوے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اون سے کسی نے دو متعارض آیتوں کی نسبت سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے اوس شخص کو دُڑہ سے پٹوایا اور جیسے کہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اون سے کسی نے استواء کی نسبت سوال کیا تو اونہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ استواء امر معلوم ہے اور ایمان اور سپر واجب ہے لیکن کیفیت اوس استواء کی مجہول ہے اور سوال اسکا بحث دوسرا مقام اون اہل نظر اور اہل حتم و اد کے درمیان ہے کہ جن کے عقائد ماثرہ میں اضطراب ہے۔ پس لائق ہے کہ اون اہل اجتماع کی بحث بقدر ضرورت ہو اور اگر معنی ظاہر کی ترک کریں تو بضرورت برہان قاطع کریں۔ اور لائق نہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کریں اس خیال سے کہ خصم کو اپنی برہان اعتقادی میں غلطی کرنے والا جانتے ہیں اس لئے کہ اس امر کا ادراک چندان آسان نہیں لیکن برہان اون کے درمیان یہ امر ہے کہ اون موازین خمسہ میں سے کسی ایک میزان کے ساتھ وزن کر کے خلاف کو رفع کریں کہ جنکو ہم نے اپنی کتاب قسط الساتیم میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ موازین خمسہ ایسے ہیں

۱۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی ہم نے نعم کر دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جلد روشن ہوگا

کہ جن میں سمجھنے کے بعد ہرگز امر خلاف راہ گیر نہیں ہوتا اس لئے کہ ان موازین خمسہ سے قطعی یقین کا ادراک کیا جاتا ہے۔ اور جنہوں نے کہ ان موازین کو حاصل کیا ہے اوپر انصاف کا عقدہ آسان ہو جاتا ہے اور انصاف کیا ہے یعنی پردہ کا دور ہو جانا اور اختلاف کا اٹھ جانا۔ لیکن ان ناظرین کے درمیان سے اختلاف بھی دور نہیں ہوتا اور یہ تو

یہ کتاب امام غزالی رحمہ اللہ کی ایک عجیب طرز پر لکھی گئی ہے کہ جس میں مسئلہ امت کو بخوبی طرہ مل کر دیا ہے اور پانچوں میزانوں کو کہ جواہل منطق کے اصطلاح میں شکلوں سے متعین قرار دیا ہے۔ چنانچہ میزان اول کا نام تقادل اکبر اور دوم کا تقادل اوسط اور سوم کا تقادل صغیر اور چارم کا میزان تلامزم اور پنجم کا میزان تعاند ہے۔ میزان اکبر یہ ہے کہ جب کسی شے کی صفت معلوم ہو اور اس صفت کی نسبت کوئی حکم ثابت ہو تو ضرور ہے کہ موصوف کے لئے وہ حکم ثابت ہو بشرطیکہ وہ صفت مساوی موصو ہو یا اس سے عام تر ہو۔ میزان اوسط یہ ہے کہ اگر ایک شے سے کسی اور کی نفی کی جائے اور یہی امر کسی اور شے کے لئے ثابت کیا جائے تو شے اول مباہین شے ثانی کی ہوگی۔

میزان صغیر یہ ہے کہ اگر دو امر ایک شے پر صادق آئیں تو ضرور ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک دوسرے پر صادق آئے۔ میزان تلامزم یہ ہے کہ جو لازم موجب وجود لازم ہوتا ہے اور نفی لازم موجب نفی لازم ہوتا ہے اور نفی لازم یا وجود لازم سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ میزان تعاند یہ ہے کہ اگر کوئی امر

اس لئے ہے کہ اہلین سے بعض تو میزان کے تمام شرائط کے ادراک سے قاصر ہوتے ہیں اور یا اس لئے کہ باوجود تمام شرائط کے جاننے کے محض اپنی طبیعت سے کام لیتے ہیں اور میزان کے ساتھ وزن نہیں کرتے جیسے کوئی شخص علم عروض کے حاصل کرنے کے بعد شعر کے کہنے میں فقط اپنے ذوق کی طرف رجوع کرتا ہے اور عروض سے کام نہیں لیتا اسوجہ سے کہ ہر شعر کو عروض کے سامنے کرنا اوسکو گراں گذرتا ہے تو بعد انہیں کہ ایسا شخص غلطی کر جاوے۔ اور یا اس لئے کہ وہ ادنیٰ علوم میں مختلف درجہ رکھتے ہیں کہ جو براہین کے مقدمات ہیں اس لئے کہ بعض علوم تو ایسے ہیں کہ جو براہین کے اصول ہیں جیسے علوم تجربیہ اور تواتر یہ وغیرہ کہ جو تجربہ اور تواتر سے حاصل ہوں اور آدمی ان علوم تجربیہ اور تواتر میں مختلف ہوتے ہیں اس لئے کہ کبھی ایک شخص کے نزدیک وہ امر متواتر ہوتا ہے کہ جو دوسرے کے نزدیک متواتر نہیں۔ اور کبھی ایک شخص کو ایک شے کا اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے کہ جو دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا دو دشمنوں میں مسخر ہو تو ضرور ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرے کی نفی اور ایک کی نفی سے دوسرے کا ثبوت ہو۔ ان موازنہ میں خیر کے امتداد اور وہ شرائط جن سے قول میں غلطی نہ ہونے پائے اور اس امر کی توفیق کہ صداقت پائے مذہب کو ان موازنہ کے سطح تو لا کرتی ہیں یہ سب امور بالتفصیل کتاب القیاس المستقیم میں درج ہیں۔ مترجم

اور یا اس لئے اختلاف دور بہنیں ہوتا کہ قضایا دہمیہ اور قضایا عقلیہ
میں التباس ہو جاتا ہے اور یا اس لئے کہ کلمات مودہ مشہورہ کو
کلمات سروریہ اور اولیہ سے التباس ہو جاتا ہے جیسے کہ ہم نے
اسکو اپنی کتاب محکم النظر میں بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ لیکن بالجمملہ
جب کہ ناظرین ان موازین خمسہ کو تحصیل کر لیوں اور انکو محقق طور پر
دریافت کر لیں تو ممکن ہے بشرطیکہ عناد نہ ہو کہ مواقع غلطی پرا د نکو د قوف
حاصل ہو جاوے۔

فصل

بعض آدمی ایسے ہیں کہ جو بغیر کسی برہان قاطع کے فقط اپنے غلبہ طبع کے
ساتھ تاویل کی طرف جلدی کرتے ہیں حالانکہ ایسے آدمی کی تکفیر
کی طرف بھی ہر مقام میں جلدی کرنی لائق نہیں بلکہ ادس میں نظر کرنی
چاہئے۔ پس اگر اسکی تاویل ایسے امر میں ہو کہ جس کو اصول عقائد سے
کوئی تعلق نہیں اور نہ کسی امر میں سے تو اسکی تکفیر نہ چاہئے اور مثال
اسکی یہ ہے جیسے کہ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ خلیل علیہ السلام نے جو
ستاروں اور چاند اور سورج کو دیکھا اور کہا کہ یہ میرا رب ہے تو ان سے
ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ مراد ان سے جو اہر نورانیہ ملکیت ہیں کہ جبکی

نورانیت عقلیہ ہے نہ حسیہ اور ان جواہر کے لئے کمال میں مختلف
 مراتب ہیں اور نسبت تفاوت ادن کے درمیان ایسی ہے
 جیسے ستاروں اور چاند اور سورج کے درمیان ہو اور اس امر پر
 یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ خلیل علیہ السلام کا شان اس سے بہت
 بڑا ہے کہ وہ ایک جسم کی نسبت اعتقاد کرتا کہ وہ خدا ہے حتیٰ کہ
 اوس کے غروب ہونے کے مشاہدہ کی طرف محتاج ہوتا کیا تو حقا
 کر سکتا ہے کہ اگر وہ غروب نہ ہوتا اور خلیل علیہ السلام گواہی دے کہ
 وہ خدا ہونے کے لحاظ سے اوس کا خدا ہونا محال نہ جانتا تو وہ اوس کو
 خدا بنا لیتا۔ اور انہوں نے یہ بھی دلیل پیش کی ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا
 ہو کہ سب سے پہلے خلیل علیہ السلام نے فقط ستاروں کو ہی دیکھا ہو
 حالانکہ سورج سب سے روشن ہے اور پہلے ہی دکھائی دیتا ہو اور نیز
 یہ دلیل پیش کی ہے کہ اول باری تعالیٰ نے کہا ہے کہ اے محمد
 اسی طرح سمجھئے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے ملک
 اور ملکوت دکھلائے ہیں اور پھر اس کے بعد اس قول کا ذکر حکایت
 فرمایا ہے پھر کیسے ممکن ہو کہ کشف ملکوت کے بعد ستاروں کی نسبت
 حضرت خلیل علیہ السلام ایسا وہم کریں۔ اور یہ انکی دلیلین کل ظنی
 ہیں برائی نہیں چنانچہ ادخا اولاً یہ کہنا کہ خلیل علیہ السلام کا شان

اس سے بہت بڑا ہو کہ وہ ایک جسم کو خدا اعتقاد کرتا تو اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ جب کہ حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ یہ ماجرا ہوا تھا تو اس وقت وہ چھوٹے بچے تھے اور بعید نہیں کہ جس شخص نے عنقریب بنی ہونا ہو بچپن کی عمر میں اس کو اس قسم کے خطرات پیش آویں اور پھر بہت جلد اسے سجاوڑ کر جاوے اور یہ بھی بعید نہیں کہ غروب ہونے کی دلالت اس کے حدوث پر خلیل علیہ السلام کے نزدیک جسم و ذوق و قدرت کی دلالت سے زیادہ ظاہر اور روشن ہو۔ اور پھلے ستاروں کا دکھائی دینا اسکی وجہ تیرہواں کی گئی ہے کہ خلیل علیہ السلام طفولیت کے زمانہ میں ایک غار میں قید تھے اور جب نخلے تورات کو نخلے۔ اور یہ جو پھلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد ہم نے اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک اور ملکوت دکھلائے ہیں جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کی نہایت کا ذکر کیا ہو اور پھر حالت ہدایت کا بیان فرمایا ہو۔ پس یہ اور اسکی مثل کل لائل طنی ہیں انکو وہ شخص برہان اعتقاد کرتا ہو کہ جو برہان کی حقیقت اور شرط نہیں جانتا پس اوکی تاویل اسی قسم کی ہوتی ہے۔ اور ادھون نے عصا اور نعلین کی تاویل بھی کی ہے کہ جو آیہ اخلع نعلیک اور آیہ التق مانی بیدک

مین واقع ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ظن ایسے امور میں کہ جو اصول اعتقاد سے تعلق نہیں رکھتے جا بجا اوس برہان کے ہوتا ہے کہ جو اصول اعتقاد میں ہوتا ہے پس ایسے ظن سے نہ کفر کی نسبت ہو سکتی ہے اور نہ بدعت کی۔ ہاں اگر ایسے درود کا کھولنا یہاں تک پہنچانے کا اندیشہ رکھتا ہو کہ عوام کے دلوں میں تشویش ڈال دے تو ایسے ظن سے صاحب قول کو بدعتی اوس ہر امر میں کہہ سکتے ہیں کہ جس کا ذکر سلف سے مانور نہیں اور اس کے قریب قریب بعض باطنیہ کا قول ہے کہ سامری کا پچھڑا ماؤل ہے اس لئے کہ خلق کثیر ایک ایسے عاقل سے کیسے خالی ہو سکتی ہے کہ جو جانتا ہو کہ سونے کی بنائی شے خدا نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ قول بھی ظن ہے اس لئے کہ یہ امر محال نہیں کیا طائفہ اس مرتبہ کی جہالت کو پہنچ گیا ہو جیسے دن پرستوں کی جماعت۔ اور اوس پچھڑے کا نام اور ہونا یقین بخش نہیں ہے لیکن اس جنس سے جو امر کہ عقائد اہم کے اصول سے تعلق رکھتا ہے تو واجب ہو کہ اس شخص کی تکفیر کیا وے کہ جو ظاہر کو بغیر کسی برہان قاطع کی بدلا دیوے جیسے وہ شخص ملے جیسے فارابی اور ابن سینا کہ جو قیامت کے دن حشر جہاد کا انکار کرتے ہیں

کہ جو حشر اجساد کا انکار کرتا ہی اور نیز عقوبتِ حسیہ کا نقطہ ظنون اور ادہام اور استبعادات سے بغیر کسی برہان قاطع کے کرتا ہے

اور کہتے ہیں کہ محلِ ثواب و عذاب نقطہ ارواحِ مجردہ ہی ہوں گے اور عذاب اور

ثواب روحانی ہوگا نہ جسمانی۔ امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب المتقصدین

الضلال میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ تو ادہون نے سچ کہا کہ وہاں عذاب و ثواب

روحانی ہوں گے لیکن یہ جھوٹ کہا کہ جسمانی نہیں ہوں گے گویا مذہبِ حق

یہ ہے کہ عذاب روحانی اور جسمانی دونوں ہوں گے لیکن **سید احمد خان قضا**

امام الینچیریہ کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جسم کہ جس کا حشر قیامت کے دن

ہوگا یہ وہ جسم نہیں کہ جو اس وقت ہماری نظروں میں ہے بلکہ ادہون نے اس

جسم سے ایک جسم لطیف ارادہ کیا ہے کہ جو روحِ حقیقی اور کالبدِ خاکی کے درمیان

واسطہ ہے اور وہ جسم لطیف بعد موت علیٰ حالہ باقی رہتا ہے اور روح اس سے

ستاق رہتی ہے **اقول** اس جسم لطیف کا اثبات البتہ حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی کے قول سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جو ادہون نے حجۃ اللہ البالغین

کہا ہے لیکن اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ یہ جسم جو کہ کالبدِ خاکی ہے اس کا حشر نہیں ہوگا

ہاں شاہ صاحب اتنا فرماتے ہیں کہ جو شخص کہتا ہے کہ موت کے وقت انسان

کا نفس مطلقہ مادہ کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ جبکہ مارتا ہے روح کے لئے دو قسم کا مادہ

ہی ایک سے روح کا بالذات تعلق ہے اور دوسرے بالعرض جس مادہ سے بالذات

پس ایسے شخص کی تکفیر قطعاً واجب ہو اسلئے کہ جسموں کی طرف
روحوں کے واپس آنیکے استحالة پر کوئی برہان نہیں اور ایسے

تعلق ہے وہ نسمہ ہے اور جس مادہ سے بالعرض تعلق ہے وہ جسم خاکی ہو جب
آدمی مر جاتا ہو تو مادہ خاکی کا زائل ہو جانا اسے کچھ نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ روح
انسانی بدستور مادہ نسمہ میں حلول کرتی رہتی ہے **سید احمد خان صاحب**

اس عام قول اہل اسلام کو کہ جب خدا تعالیٰ حشر کرنا چاہیگا تو ہر ایک روح کو
ایک ایک جسم عطا فرمایگا تسلیم نہیں کرتے بلکہ اون کے نزدیک جن اجساد کے
حشر کا بیان قرآن میں ہے اونہی اجسام لطیف مراد ہیں جو ارواح ابدان
انسانی سے مفارق ہونے کے بعد عالم قدس میں لیکر آتے ہیں اور جی حشر
جسمی اون کے نزدیک ثابت ہو حالانکہ یہ قول بالکل تکذیب نبوت بلکہ تکذیب
الوہیت ہو امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی اور مجھے
دشنام دی حالانکہ اوس کے لئے مناسب نہ تھا۔ تکذیب تو اوس نے اس طرح کی
کہ اوس نے میری نسبت کہا کہ میں بدائیت کی مثل اوسکا اعادہ نہ کروں گا حالانکہ خالق
اول اعادہ سے آسان نہیں۔ اور دشنام اس طرح دی ہے کہ اوس نے میری طرف
ولہ کی نسبت کی حالانکہ میں اب احد صد ہوں کہ تو میں کیجا وند ہوں اور نہ کوئی
بیولوہ جو محمد **قرآن کریم** با د از بلند ہسی خاکی جسم کی حشر کی طرف دعوت دیتا ہے

امر کا ذکر دین میں ضرر عظیم رکھتا ہے پس ایسے منکر کی تکفیر واجب
ہو اور نیز ان میں سے اس شخص کی تکفیر کہ جو قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ فقط

جیسے کہ سورہ یاسین میں ہے قَالَ مَنْ يُغْنِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ - قُلْ
يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ الَّذِي
جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَسْتَمْتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ
أَوْ لَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ
مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا
أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ فَسُبْحَانَ الَّذِي فِي يَدَيْهِ مَكْلُوتُ
كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ اور جو لوگ کہ حشر کدائی کے منکر ہیں اور

نزدیک آج تک اس حشر کے استحالة پر کوئی برہان قائم نہیں ہوا **اقول**
اولاً یہ امر غور طلب ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ ان اجزاء بدنیہ کو مرنے کے بعد معدوم کر کے اعادہ

کرے گا یا اودان کو از یک دگر سفارق اور جدا کر کے پھر ان میں تالیف پیدا کرے گا لیکن
امر حق یہ ہے کہ ان میں سے کوئی امر بھی قطعی طبع پر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا اسلئے

کہ ان میں سے کسی امر کے ثبوت پر آج تک کوئی قطعی دلیل قائم نہیں ہوئی اور یہ جو آیہ
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ كُو اعدام پر دلیل لاتے ہیں اسکا استدلال باطل

ضعیف ہے اسلئے کہ تفریق اجزاء بھی اعدام ہے اسلئے کہ ہلک شے کا یہ معنی ہے
کہ ہر شے اپنی صفات مطلوبہ سے نخل جاوے اور اس کی وہ تالیف دور ہو جاوے

اپنے نفس کا علم رکھتا ہی یا فقط کلیات کا علم رکھتا ہی اور امور جزویہ کہ جن کا تعلق اشخاص سے ہے اون کو نہیں جانتا اس لئے کہ قطعاً

کہ جس کے ساتھ اوس شے کے اجزا اپنے افعال کے لئے صلاحیت رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ اون کے منافع پورے ہوتے ہیں اور اسے طرح فنا کا بھی فائدہ

یہی معنی ہے لہذا آیہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ سے بھی اس امر پر استدلال نہیں ہو سکتا لہذا فنا اور ہلاکت سے مراد یہی تفریق اجزا و قرین قیاس ہے اور

یہی امر طیرا بر اہیم سے بھی پایا جاتا ہے اور ہمارے علمائے عظام

کے لئے اعادہ معدوم پر فی نفسہ ایک بدیہی بحث یہ ہے کہ شے معدوم کا وجود نامی ممکن نہیں ورنہ وجود اول بھی ممکن ہوتا گویا مبداء اور مساد و دونوں

لازم اور ملزوم ہیں۔ امثال حشر و مساد کے مسئلہ میں کل پانچ اقوال منقول ہیں ایک فقط حشر جہانی کا قول کہ جو اکثر متکلمین اور اہل فلاسفہ کا ہی ہے کہ نفس

ناطقہ کا انکار کرتے ہیں اور دوسرا فقط حشر روحانی اور یہ فلاسفہ الہیہ کا قول ہے۔ اور تیسرا حشر جہانی اور روحانی دونوں یہ اکثر محققین

جیسے طبری اور امام غزالی روح اور ابو زید و بوسی اور قدامت منزل میں سے ہر اور متاخرین امامیہ میں سے جمہور اور اکثر صوفیہ کا قول ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان

حقیقت میں نفس ناطقہ کا نام ہے اور وہی کلف اور مطیع اور ماسی اور شامب اور معاقب ہو اور بدن اوس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو اور نفس ناطقہ فساد بدن کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہی اور اون درجات
کے قبیل سے نہیں کہ جنکا ہم نے باب تاویل میں ذکر کیا ہے

بعد بھی باقی رہتا ہے پس جبکہ اللہ تعالیٰ حشر مخلوقات کا ارادہ کر چکا تو ہر روح
کے لئے ایک بدن خاکی مثل ابدان دنیا کے پیدا کر چکا کہ جس کے ساتھ اوس کو تعلق
ہوتا ہے اور جس کے فریقہ اشبا میں تفرق کرتا ہے گویا عظام بالیہ کو از سر نو
تالیف حاصل ہوگی اور یہی مذہب حق ہے جیسے کہ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ
پارہ سویمین فرماتا ہے اَوَكَلَدْنِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُشِهَا
قَالَ اِنِّي يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللَّهُ مَا تَعَمَّ ثُمَّ بَعَثَهُ
قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ
فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَبَسَّ وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ
وَلِيَجْعَلَكَ اَيُّ النَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا
لَحْمًا فَلَمْ يَبَيِّنْ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ اَوْ لِمَ تُؤْمِنُ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ
قَلْبِيْ قَالَ فَاْخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ
مِّنْهُنَّ جُزْأً ثُمَّ ادْعُهُنَّ يٰ اَيُّهَا سَعِيَا وَاَعْلَمُ اَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ

اور چوتھا قول یہ ہے کہ نہ حشر حسانی ہوگا اور نہ روحانی یہ فلا سفہ طبعیہ کا

ہر پانچواں قول نوح کا ہے اور یہ جالینوس بقول ہے ہمارا زمانہ

اس لئے کہ قرآن اور حدیث کی دلائل عام شراجمسا د اور عام علم
اللہ تعالیٰ پر باین طور کہ وہ ہر اوس امر کو بالتفصیل جانتا ہے

کی اگر نری خوان و نہرہ غالب علمون کو خدا ہدایت دیوے کہ وہ شرا و نشر اور عذاب
تبر و غیرہ سے انکار کرتے ہیں حالانکہ انکے وجود پر کوئی استحالہ قائم نہیں ہو سکتا جب کہ
ایک صاحب نبوت اعجاز کے ساتھ کسی امر مستقبل کا بیان فرما دے تو اس کی تصدیق
واجب ہے کیا حیات اخروی حیات دنیوی سے کم پایہ رکھتی ہے کیا عذاب اخروی آ
دنیوی سے عبرت نہیں دلاتا؟ ایک نابالغ لڑکا جب کہ کسی عاقل بالغ کو کھدے کہ
اس رستہ میں سانپ ہے تو اس نابالغ کے قول کو بالغ عاقل فقط حیات دنیوی
کے بچانے کے لئے اعتقاد کر لیتا ہے اور صاحب نبوت صاحب اعجاز بھائی
کے ساتھ حیات اخروی اور عذاب اخروی سے آگاہ کرتا ہے اس کے قول
پر اعتماد نہیں آئے ایسی غفلت اور ایسی جہالت ہے برد شرا و نشر ہو چھو روز
معلومت کہ باکہ باخشہ عشق و رشہ بچہ و لیکن **ع**لم باری تعالیٰ کے بارہ میں اس قدر
لکھنا کافی ہوگا کہ چونکہ جزئیات اور کلیات کا صدور ذات باری تعالیٰ سے ہے
تو ضرور ہوا کہ انخا علم بھی اس ذات کو ہو کیونکہ اس قدر انقائے ان کے ساتھ
ان کا صدور و بجز اس کے نہیں کہ ایک ذات عالم سے ہوا ہے اور ان جزئیات
کے تغیر سے اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا کیونکہ یہ تغیرات فقط اضافی اور
زمانی ہیں کہ جو ماضی اور حال اور مستقبل کے اعتبار سے ہیں لیکن ذات

کہ جو اشخاص عالم پر جاری ہوتے ہیں ایسے حد سے متجاوز ہیں کہ
 جو قابل تاویل ہو اور وہ منکرین باوجود اس کے اعتراف
 کرتے ہیں کہ یہ باب تاویل سے نہیں لیکن کہتے ہیں کہ جب کہ
 مخلوقات کی صلاحیت اس امر میں تھی کہ وہ حشر اجساد کا اعتقاد
 کریں اسلئے کہ اون کے عقول معاد عقلی کے سمجھنے سے قاصر
 تھے۔ اور نیز اس امر میں اونکی صلاحیت تھی کہ وہ اس کا اعتقاد
 کریں کہ اللہ تعالیٰ اون سب امور کا عالم ہے کہ جو اونپر گزرتی ہیں
 اور اونپر رقیب اور حفیظ ہے تاکہ اون کے دلون میں رغبت
 اور بہت پیدا ہو لہذا رسول علیہ السلام کے لئے جائز ہوا کہ وہ
 ان کو حشر اجساد اور کل اشیا کے علم کی تہنیم کرے اور جو شخص کہ
 غیر کی صلاحیت کرے اور اس بارہ میں وہی امر کہے کہ جس میں
 صلاحیت ہر گویا حقائق حقیقت امر کہے تو وہ کاذب نہیں کھلتا
 پس یہ قول قطعاً باطل ہے اسلئے کہ یہ صریح تکذیب ہی اور پھر اس
 باری تعالیٰ کا علم ازل ہے کہ جن کو تیزات ازمنہ متغیر بنیں کر سکتے کیونکہ وہ حقائق
 ازمنہ ہے اس کے علم میں نہ ماضی تصور ہے اور نہ حال اور نہ مستقبل لہذا کل
 موجودات ازل سے اب تک اس کے لئے حضوری ہیں جیسے کہ قرآن کریم اس کی
 عربی اشارہ فرماتا ہے لا یغرب عن علمه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض

عذر کی طلب ہو کہ کیون اس نے کذب بولا حالانکہ منصب نبوت
کا ایسے رزیل امور سے پاک ہونا واجب اسلئے کہ صدق میں انہیں
اس کے ساتھ مخلوقات کی صلاحیت میں کذب کی نسبت زیادہ
وسعت ہو اور یہی زندگی کا پھلا درجہ ہے اور یہی اعتزال اور زندقہ
مطلقہ کے درمیان کا مرتبہ ہے اسلئے کہ معتزلہ کا طریق فلاسفہ
کے طریق سے سوائے اس ایک امر کے قریب تر ہے اور
وہ ایک امر یہ ہے کہ معتزلی ایسے عذر سے رسول پر تکذیب
جائز نہیں رکھتا بلکہ جہان برہان کے ساتھ اوس کو
خلاف ظاہر ہوتا ہے وہاں تاویل کرتا ہے۔ لیکن فلسفی ظاہری
مسنی پر وہیں تک اکتفا نہیں کرتا کہ جہان تک وہ تاویل کے قابل
ہوتا ہے خواہ وہ تاویل قریب ہو یا بعید بلکہ اوس سے تجاوز
کر جاتا ہے اور زندقہ مطلقہ یہ ہے کہ اصل معاو کا ہی انکار
ہو عقلی ہو یا حسنی اور عالم صانع کا بھی بالکل انکار کیا جاوے۔
لیکن نقطہ معا و عقلی کا اثبات اور ساتھ ہی اس کے آلام اور لذت
حسیہ کی نفی اور صانع کا اثبات اور ساتھ ہی اس کے صانع
کی تفصیلی علم کی نفی یہ زندقہ مفیدہ ہے کہ جس میں ایک
قسم کا انبیاء علیہم السلام کی صدق کا اعتراف ہے اور بظاہر

میرا ظن یہ ہے اور علم اسکا اللہ کے پاس ہے کہ یہی زندقہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قولؐ سے مراد ہیں کہ عنقریب میری امت ستر پر کتنے فرقہ ہو جاوے گی کہ جو سب کے سب جنت میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ زنادقہ کے۔ یہ لفظ حدیث کا ہے اور بعض روایات میں ثابت ہے۔ اور یہ حدیث بظاہر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ فرقہ زنادقہ بھی رسول علیہ السلام کی امت میں سے ہے اسلئے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری امت اتنے فرقہ ہو جاوے گی اور جو شخص کہ اس کی نبوت کا اعتراف نہیں کرتا وہ اس کی امت سے نہیں ہے اور جو لوگ کہ اصل مصاد اور اصل صانع کا انکار کرتے ہیں تو وہ

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سَتَفَرَّقُ امَّتِي نِيفًا وَسَبْعِينَ فِرْقَةً
كَلِمًا فِي الْغَيْبَةِ إِلَّا الزَّانِقَةَ وَهِيَ فِرْقَةُ انْتِي

یہ اعتقاد بجز فرقہ دہریہ کے جو بالکل کو عقل ہیں کوئی عقلمند نہیں کر سکتا اسلئے کہ ہر فطرت اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ نفس الامر میں ایک ایسا جوہر موجود ہے کہ جو باقی موجودات کے خصوصیات اور احوال سے ممتاز ہے پس اگر وہ موجود واجب ہوا ہو المراد اور اگر ممکن ہوا تو کسی نہ کسی مؤثر کا محتاج ہوگا اور ضرور کہ اس سلسلہ کی انتہا اس وجود واجب پہنچے ورنہ دو در دو تسلسل لازم آئے گا اور یہ دونوں بالکل

گویا رسول علیہ السلام کی نبوت کا اعتراف نہیں کرتے اس لئے کہ وہ زعم کرتے ہیں کہ موت عدم محض ہے اور یہ عالم ہمیشہ سے بنفسہ بغیر کسی صانع کے موجود ہی اور یہ لوگ اللہ اور رزق آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور انبیاء علیہ السلام کو کمرا اور تلبیس کی طرف نسبت کرتے ہیں لہذا ان لوگوں کو رسول علیہ السلام کی امت کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں پس اس وقت زندقہ امت کا معنی سوائے اس کے نہیں جو بمعنی ذکر کیا ہے۔

فصل

جان تو کہ جن امور سے تکفیر واجب ہوتی ہو اور جہنم سے واجب نہیں ہوتی اور انکی شرح ایک ایسی لمبی تفصیل کو چاہتی ہے کہ جس کے ذکر کرنے میں ہر مقالہ اور مذہب اور ہر ایک کے شبہ اور دلیل اور ظاہری معنی سے وجہ بعد اور وجہ تاویل کے بیان کرنے کی طرف حاجت پڑتی ہے کہ جس کے لئے بڑے بڑے مجلدات بھی احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ اس امر کے شرح کر نیکے لئے میری اوقات میں اس قدر گنجائش ہے۔ لہذا اس وقت تو ایک وصیت اور قانون پر قناعت کر چنانچہ وصیت یہ ہے کہ تو اپنی زبان کو اہل قبلہ سے حتی الامکان ہٹا رکھے جب کہ وہ غیر کسی مناقضت کے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے قایل ہیں اسلئے کہ بھر حال تکفیر کا حکم خطرہ سے خالی نہیں اور
اسکوت میں کوئی خطرہ نہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مناقض
امر یہ ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی عذر سے یا سواے
عذر کے جھوٹ کا بولنا جائز رکھیں اور قانون یہ ہے کہ تو جان لیں
کہ جو امور کہ نظر اور اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں وہ دو قسم ہیں ایک قسم
تو وہ ہیں کہ جو اصول عقاید سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا قسم وہ
جو فروعات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایمان کے تین اصول ہیں اللہ
اور رسول اور روز آخرت سے ایمان لانا اور اسکے ماسواے
کل فروعات سے ہیں۔

اور جان تو کہ اصل امامت اور اسکے تعین اور اس کے شروط اور اسکے
مستلقات میں خطا کا ہونا انہیں سے کوئی شخص بھی تکفیر کو واجب
نہیں کرتے چنانچہ ابن کیسان نے اصل وجوب امامت کا انکار
کیا حالانکہ اس کی تکفیر لازم نہیں ہے۔ اور وہ قوم کہ جو امامت
کو معطم جانتی ہے اور امام سے ایمان رکھنے کو اللہ اور رسول سے
ایمان رکھنے کے مقارن جانتی ہے اور نیز وہ قوم کہ جو ان کے مخالف

ہے ان پر درست ہے مگر جو لوگ کہ امام کو اس قدر معطم بنا دیں کہ درجہ طول اور
تشبیہ تک پہنچا دیں جیسے کہ شیعہ غالیہ کا مذہب ہے تو یہ امر بیشک کفر ہے ۲ مترجم

اور ان کے اس مجرور مذہب امامت سے انکی تکفیر کرتی ہے ہرگز التفات کے قابل نہیں۔ اور یہ کل فضول گوئی ہے اسلئے کہ تعظیم امر امامت اور خدا اور رسول سے امام کو مقرون کرنے میں کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہرگز لازم نہیں آتی اور جہاں کہیں کہ تکذیب پائی جاوے تکفیر واجب اگرچہ فروعات میں ہو۔ پس اگر

۱۔ یہ اعتقاد فریقہ مرجیہ میں سے غسان بن کوفی کا ہوا سمجھا رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ مجھے خنزیر کو حرام کہا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ آیا وہ خنزیر کہ جس کو حرام کہا گیا جو وہ یہی بکری ہے یا غیر اسکا تو وہ شخص مومن ہے اور اگر کہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کا حج فرض تو کہا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کعبہ کہاں ہے شاید ہند میں ہو تو یہ شخص اس کے نزدیک مومن ہے اور ان کا مقصود اسکے ذکر کر نیسے یہ ہے کہ ایسے اعتقادات کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں نہ یہ کہ وہ ان امور میں شک رکھتا ہے اسلئے کہ کوئی عقلمند اپنی عقل سے مجاز نہیں کہ وہ جہت کعبہ میں شک کرتا ہو اور ہر عقل والے کے نزدیک بکری اور خنزیر میں فرق ظاہر ہے عبد الکریم شہرستانی کتاب الملل میں لکھتا ہے کہ عجیب امر ہے کہ غسان بن کوفی اس مذہب کو امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کیا کرتا تھا اور امام صاحب کو فریقہ مرجیہ میں سے شمار کیا کرتا تھا مگر میں امید کرتا ہوں کہ غسان نے جھوٹ کہا شاید ابی حنیفہ رح اور اصحاب

کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ جو گھر کہ میں ہے یہ وہ کعبہ نہیں کہ جس کے حج کے لئے اللہ تعالیٰ نے امر کیا ہی تو یہ کفر ہو گا۔

ابو حنیفہ رحمہ کو مرجیہ سنت کہا جاتا تھا اور اکثر اصحاب مقالات نے ابو حنیفہ کو مرجیہ میں سے شمار کیا لیکن سبب اصلی اسکا یہ ہے کہ چونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ کہا کرتے تھے کہ ایمان فقط تصدیق قلبی ہے اور اوس میں نہ زیادتی ہوتی ہے اور نہ نقصان لہذا ان لوگوں نے ظن کر لیا کہ ابو حنیفہ رحمہ مسال کو ایمان سے مؤخر جانتے ہیں حالانکہ ابو حنیفہ رحمہ عامل ہوئے ہوئے ترک مسلم کا فتویٰ کیوں کر دے سکتے تھے اور اسکا ایک دوسرا سبب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ قدریہ اور معتزلہ سے کہ جو صدر اول میں ظاہر ہوئی مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ کو ہر اوس شخص کو کہ جو قدر کے مسئلہ میں ادخا خلافت کرتا تھا مرجیہ کے لقب سے پکارتے تھے اور اسطرح فرقہ وعیدیہ کا بھی یہی حال تھا اور بعید نہیں کہ یہ لقب امام ابو حنیفہ رحمہ کو ان دونوں مخالف فرقوں کی جانب سے لازم ہوا ہو اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا غنیۃ الطالبین میں امام صاحب کے بعض اصحاب کو مرجیہ میں سے شمار کرنا اس امر کے لئے صاف دلیل ہے کہ امام صاحب مرجیہ میں سے نہیں تھے لیکن چونکہ غنیہ میں یہہ نہیں بتلایا گیا کہ وہ بعض کون ہیں اس لئے اس نقل میں بھی شبہ پایا جاتا ہو لہذا ابن جوزی و خطیب و دیگر ائمہ کا قول بھی دیکھو

اسلئے کہ بطریق تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے
 برخلاف ثابت ہو چکا ہے اور اگر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی شہادت کا کہ جو اس گھر کی نسبت ادھون نے دی ہے
 کہ یہ وہی کعبہ ہما نکار کرے تو اس شخص کا انکار سود مند ہوگا
 بلکہ اس کے اس انکار سے قطعی طور پر معلوم ہو جائیگا کہ وہ شخص اپنے
 اس انکار میں عناد کر رہا ہے ہاں اگر وہ شخص تھوڑے زمانے سے
 مسلمان ہوا ہو اور اس کو اس امر کا تواتر نہ حاصل ہوا ہو تو
 اس کو معذور سمجھا جائیگا۔ اور یہی طرح جو شخص کہ حضرت عائشہ
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف فاحشہ ہونے کی نسبت کرے
 حالانکہ قرآن کریم اس کی پاکی اور عصمت میں نازل ہو چکا ہو تو وہ
 شخص کافر ہے اسلئے کہ یہ امر اور اس کے مثل بغیر کذب اور انکار
 تواتر کے صادر نہیں ہو سکتا۔ اور انسان جب کہ تواتر کا انکار
 کرتا ہے تو نقطہ اپنی زبان سے انکار کرتا ہے لیکن ممکن نہیں کہ اس کو

۱۔ جیسے کہ شیعہ بکرہ دامنہ فقین کی اتباع سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کی طرف نسبت کرتے ہیں حالانکہ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ
 کی نسبت عصمت کا بیان فرمایا اور انکار کرنا لون کو ملعون بتایا ہے کہ ان الذین یصدون المحصنات
 المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولم یجد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا
 یعملون الا یہ ۱۲ مترجم

اپنے دل سے بھی بھلا دیوے ہاں اگر ایسے امر کا انکار کرتا ہو کہ جس کا
 ثبوت اخبار احاد سے ہے تو اوس سے کفر لازم نہیں ہوتا۔ اور اگر
 ایسے امر کا انکار کرے کہ جس کا ثبوت اجماع سے ہے تو یہ امر
 غور طلب ہے اسلئے کہ اجماع کے حجت ہونے کی معرفت میں
 اختلاف ہے۔ پس یہ حکم فروعات کا ہے۔ لیکن اصول ثلثہ
 کا حکم یہ ہے کہ ہر وہ امر کہ جو فی نفسہ تاویل کا احتمال نہیں رکھتا
 اور اسکی نقل تو اتر سے ہے اور یہ بھی متصور نہیں کہ اوس کے
 خلاف پر کوئی برہان قائم ہو تو ایسے امر کی مخالفت تکذیب محض ہے
 اور مثال اسکی وہ ہے جو ہم نے ذکر کی ہے جیسے شرا جساد اور
 بہشت اور دوزخ اور اللہ تعالیٰ کا کل تفصیلی امور پر احاطہ علمی اور
 جس امر میں کہ تاویل کا احتمال ہو گو مجاز بعید سے کیوں نہ ہو تو اوس کے
 برہان کی طرف نظر کیجاتی ہے پس اگر برہان قاطع ہو تو اوس کا کھنا
 واجب ہی لیکن اگر اوس کے اخبار سے عوام کو بسبب اون کے
 تصور غم کے ضرر ہوتا ہو تو اوس کا اظہار کرنا بدعت ہے۔ اور اگر
 ایسا برہان قاطع نہیں کہ جس کے ذریعہ اوس امر سے دین میں ضرر
 کا واقع ہونا معلوم ہوتا ہو جیسے معتزلہ کا باری تعالیٰ کی رویت کا انکار تو
 یہ اشاعرہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دکھائی دینا صحیح ہے آدمی کا قول ہو کہ

یہ بدعت ہو لیکن کفر نہیں مگر وہ امر کہ جس سے دین میں ضرر کا ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اس باعث سے وہ محل اجہتا دین واقع ہوتا ہے تو

کہ ہم کل اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دینا اور آخرت میں حَقاً جائز ہے لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا سمجھا جائے یا نہیں چنانچہ بعض نے دلیل قرآنی سے اسکا اثبات کیا اور لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال کہ رَبِّ ارِنِیْ اَنْظُرَ اِلَیْکَ یہی جواز رویت کی دلیل ہے اسلئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا دنیا میں منع ہوتا تو حضرت موسیٰ کبھی اس کا سوال نہ کرتے اسلئے کہ عاقل آدمی امر محال کا سوال نہیں کرتا اور جب اہل کا منصب نہیں کہ وہ نبی کریم ہو۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے اس پر رو کو استقرار جبل کے ساتھ معلق کیا حالانکہ استقرار جبل کافی نفسہ ممکن ہے اور بعض نے اسکا انکار کیا پھر اس امر میں اختلاف ہو کہ آیا اللہ تعالیٰ کا خواب میں دکھائی دینا جائز ہے یا نہیں بعض کا قول ہے کہ جائز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور حق یہ ہے کہ اگر روایات سے کوئی امر مانع نہیں اگرچہ پھر روایات حقیقتہً نہیں چنانچہ یہی مذہب امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ مثل اور مثال میں فرق ہے مثل ممنوع ہے اور مثال معتق نہیں ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں کہ ان الله خلق ادم علی صورۃ تو مثال کا دکھائی دینا ممکن ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھائی دینا امام ہمارے درمیان خلاف نہیں کہ باری تعالیٰ کی ذات آخرت میں دکھائی جاوے گی اور مستزاد فی الجہات اس کے لئے اس کا جائز ہونا منع کہتے ہیں اور انہوں نے بہت سے علماء

اوس سے تحفیر اور عدم تحفیر دونوں کا احتمال منہ ہے اور اسی جنس میں وہ امر ہے کہ جس کو بعض تصوف کے مدعی دعوے کرتے ہیں کہ اودن کی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہو گئی ہے کہ جس سے نماز اونسے ساقط ہو گئی ہے اور مسکرات کا پینا اور معامکی اور کتاب باوشا ہونکا مال کھانا حلال ہو گیا ہے تو ایسے شخص کے وجوب قتل میں کوئی شک نہیں گو خلو و نار کا حکم اوس کے حق میں غور طلب ہے اور ایسے ایک شخص کا قتل کرنا سو کافر کے قتل سے افضل ہے اسلئے کہ ایسے شخص کا وجود دین میں عظیم الضرر ہے اور اوس کے ہونے سے ایک دروازہ اباحت کا اس طرح پر کھل جاتا ہے کہ پھر بند ہونا اوس کا دشوار ہے۔ اور نیز اس کا ضرر اوس شخص کے ضرر سے زیادہ ہے کہ جو مطلقاً صوم و صلوة کی اباحت کا قائل ہے اسلئے کہ اس شخص سے بسبب اس کے ظہور کفر کے ہر کوئی نفرت کریگا اور کوئی بھی اسکی طرف کان نہیں لگائیگا۔ لیکن وہ شخص جو اپنا دُجر قرب اس حد تک پہنچاتا ہے کہ صوم و صلوة کو اوس سے ساقط

جعلیہ اسبارہ میں پیش کئے ہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہو کہ وجوہ يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة۔ و سيرون ربكم يوم القيامة اور اس مسئلہ کی بحث شرح مواقف میں بہت کچھ ساتھ ہو کہ جس کی ذکر بیان پر طوالت کو چاہئے

جانتا ہی تو وہ شخص گویا شریعت کو شریعت سے مٹاتا ہے اور رسم کرتا ہے کہ اوس نے فقط تکلیفات عامہ کی تخصیص اور ہین لوگوں کے ساتھ کی ہے کہ جو اوس کے مرتبہ تک ہین پہنچے اور کبھی رسم کرتا ہے کہ وہ بظاہر تو دنیا سے ملا ہوا اور گناہوں سے مقارن ہو لیکن باطن میں ان سب سے بری ہے اور یہاں تک اسکی مشنوائی کرتا ہے کہ ہر فاسق کو اپنی حالت کی مثل پر دعوت دیتا ہو اور شریعت کی رستی اوس سے کھولتا ہو اور تجھے یہ گلن کرنا لائق ہین کہ تحفیر اور عدم تحفیر کا ادراک ہر مقام میں ہو سکتا ہے بلکہ تحفیر ایک ایسا حکم شرعی ہے کہ جسکا مرجع اور مال مال کی اباحت اور خون کے بہانے اور خلو و تار کی طرف، پس تحفیر کا ماخذ باقی احکام شرعیہ کے ماخذ کی مثل کبھی تو یقین کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے اور کبھی ظن غالب کے ساتھ اور کبھی تردد کے ساتھ اور جہاں کہیں کہ تردد پایا جاوے وہاں تکفیر میں توقف کرنا سب سے بہتر ہے اور تحفیر کی طرف سلدی کرنا اون طبائع میں غالب ہوتا ہے کہ جن میں جہالت کا وجود غالب ہوتا ہے اور ایک دوسرے قاعدہ سے بھی تنبیہ کرنی ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ مخالفت کبھی نفس متواتر کی مخالفت کرتا ہے اور زعم کرتا ہو کہ وہ ماڈل ہے اور باوجود اسکے اوسکی اس تاویل کے لئے قریب یا بعید کا کوئی

محل ہنن تو یہ کفر صریح ہے اور تاویل کرنے والا کذب ہے گو اپنے کو
 زعم کرتا ہے کہ وہ تاویل کر رہا ہے۔ اور مثال اسکی جیسے تو نے
 بعض فرقہ باطنیہ کی کلام میں دیکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 واحد اس اعتبار سے ہے کہ وہ غیر کو وحدت عطا کرتا ہے اور
 وحدت کا خالق ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا عالم ہونا اس اعتبار
 سے ہے کہ وہ غیر کو علم عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا
 اس اعتبار سے ہے کہ وہ غیر کو ایجاد کرتا ہے اور یہ معنی ہنن کہ اللہ تعالیٰ
 فی نفسہ واحد یا موجود عالم ہے باین معنی کہ وہ ان صفات کے سوا
 متصف ہے حالانکہ یہ کفر صریح ہے اسلئے کہ وحدت کو ایجاد وحدت
 پر حمل کرنا کسی قسم کی تاویل ہنن اور نہ عرب کی لغت اس سنی کیلئے
 حامل ہے اور اگر وحدت کا خالق اسلئے واحد ہوتا کہ اوس نے وحدت کو
 پیدا کیا ہے تو لازم ہوتا کہ ایسے خالق کو تین اور چار بھی بولا جاتا اسلئے
 کہ اوس نے اعداد کو بھی پیدا کیا ہے۔ پس ان مقالات کی مثالین محض
 تکذیبات ہیں کہ جنکی تعمیر تاویلات کی جاتی ہے۔

فصل

تو نے ان تعہیات سے معلوم کر لیا ہے کہ تحفیر کا تعلق کئی ایک امور سے
 ہو سکتا ہے کہ اس امر میں نظر کرنی چاہئے کہ جو بعض شرعی کہ اپنی ظاہر

حد دل لگیگی ہے کیا اوس میں تاویل کا احتمال ہے یا نہیں اور اگر اس
 تاویل کا احتمال ہے تو کیا یہ تاویل قریب یا بعید۔ اور قابل تاویل
 اور غیر قابل تاویل نفس کی معرفت کوئی آسان امر نہیں ہے بلکہ سہل
 وہی شخص مشغول رہ سکتا ہے کہ جو علم لغت میں ماہر اور حافظ اور
 اصول لغت کا عارف ہو اور باوجود اسکے پھر استعارات اور مجازات
 میں ادب الفاظ کے طریقہ استعمال اور امثال کے بیان کرنے
 میں عرب کی عادت اور عرف کا بھی ماہر اور عارف ہو۔ دوسرا
 امر یہ ہے کہ آیا وہ نفس کہ جس کا ظاہر ترک کیا گیا ہے کیا بطریقہ تواتر ثابت
 ہے یا بطریقہ احاد یا فقط اجماع سے ہے پس اگر اس کا ثبوت
 بطریقہ تواتر ہے تو کیا بشرط تواتر ہے یا نہیں اس لئے کہ بسا اوقات
 مستفیض آدمی نفس متفاضل متواتر گمان کرتا ہے حالانکہ تواتر کی
 تعریف یہ ہے کہ جس میں شک کا ہونا ممکن نہ ہو جیسے انبیاء علیہم السلام
 اور بلا مشہورہ وغیرہ کے وجود کا علم اس لئے کہ ان کے وجود کا علم
 ہر عصر میں زمانہ نبوت تک اس طرح متواتر رہا ہے کہ ہرگز یہ امر متصور
 نہیں ہے کہ کسی زمانہ میں عدد تواتر میں نقصان ہوا ہو اور تواتر کی بھی
 شرط ہے کہ اس امر کا اوس میں احتمال بھی نہ ہو جیسے کہ قرآن کریم کے
 بارہ میں ہے لیکن غیر قرآن کے بارہ میں تواتر کا ادراک نہایت غرض

اور گھرا ہے اور اس کے ادراک کے لئے بجز اون لوگوں کے کسی دوسرے کو اشتغال جائز نہیں کہ جو کتب تواریخ اور گزشتہ زمانوں کے احوال اور کتب احادیث اور احوال رجال احادیث اور نقل مقالہ میں اون کے اغراض سے بحث کرتے ہیں اسلئے کہ کبھی عہد میں تو اثر کا عدد پایا جاتا ہے لیکن اوس سے علم کا حصول نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ امر متصور ہے کہ ایک جماعت کثیرہ کو باہم توافق کرنے میں کسی قسم کا رابطہ ہو علی الخصوص جب کہ اہل مذاہب کے درمیان تعصب ہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تورافضیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں امامت کی نسبت لفظ کا دعویٰ کرتے ہیں باین اعتبار کہ یہ لفظ اوس کے نزدیک متواتر ہے حالانکہ اوس کے مخالف کے نزدیک بہت سی اشیاء میں تو اثر ثابت ہے برخلاف اوس تو اثر کے کہ جو رافضیوں کے نزدیک ہی اسلئے کہ رافضیوں کو جھوٹی اور بناوٹی باتوں کی اشاعت کرنی میں باہم نہایت سخت موافقت ہوتی ہے۔ لیکن وہ لفظ کہ جبکا استناد

اسے یہی پہلا مسئلہ ہے کہ جس نے اہل سنت اور شیعہ اسلام میں درمقابل اور متقابل فرقہ بنا دئے جسکی تشریح کتب تواریخ خصوصاً تاریخ محب طبری اور حیل السیر وغیرہ میں مشروح اور ہمیں اسکی تشریح میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے کہ جو انشاء اللہ تعالیٰ بمقتضیٰ اعلیٰ امر ہو رہا ہے اور ہاتھ پر خوب بیرون تر ہے

اجماع کی طرف سے اوسکا ادراک نہایت ہی گہرا ہے اسلئے
 کہ اوس کی شرط ہے کہ تمام اہل اجتہاد ایک ہی خطہ میں جمع
 ہوں اور پھر صریح لفظ کے ساتھ ایک امر پر اتفاق کریں اور
 پھر ایک قوم کے نزدیک یہ ہو کہ وہ اہل اجتہاد اوس امر
 متفق علیہ پر ایک مدت تک قائم رہیں اور دوسری قوم کے
 نزدیک یہ ہے کہ اوس عصر کے ختم ہونے تک اوس امر
 متفق علیہ پر عمل کریں۔ اور یا اوسکے یہ شرط ہے کہ امام وقت
 کل اہل اجتہاد کے ساتھ اطراف زمین میں خط و کتابت کر کے
 اون کے قنادے ایک ہی عصر میں جمع کرے اس طرح پر
 کہ اون کے اقوال میں صریح الفاظ سے اتفاق ہوتا کہ اوس
 رجوع کرنا ممکن نہوا در بعد اوس کے خلاف نہوسکے پھر اس امر
 میں نظر رہے کہ آیا جو شخص بعد اتفاق کے مخالفت کرے کیا
 اوس کی تحفیر ہو سکتی ہے یا نہیں اسلئے کہ بعض آدمیوں کا
 قول ہے کہ جب کہ وقت اتفاق میں بھی مخالفت کا ہونا جائز ہو
 اور پھر اون کو موافقت پر لایا جاتا ہے تو یہ منتہی بہین کہ بعد
 اتفاق کے کوئی انہیں سے اختلاف کرے لہذا یہ بھی ایک
 خامض ہے۔ یہ سراسر امر یہ ہے کہ اس امر میں نظر کرنی چاہئے

کہ آیا صاحب مقالہ کے نزدیک خبر کا ثبوت تو اتر سے ہوا ہے کہ یا اوس کو اجماع پہونچا ہے اسلئے کہ ہر وہ شخص کہ کسی خبر کی تائید کرتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اوس کے نزدیک امور ماؤلہ کا ثبوت تو اتر سے ہو یا اجماع کے مقامات اوس کے نزدیک خلاف کے مواقع سے ممتاز نہ ہوں بلکہ وہ شخص ان امور کا ادراک بتدریج کرتا ہے اور وہ سلف کی اُن کتابوں کے مطالعہ سے اس امر کی معرفت حاصل کرتا ہو کہ جو اختلاف اور اجماع کے بیان میں تصنیف کی گئی ہیں پھر ایک یا دو تصنیفات کے مطالعہ سے یہ امر حاصل نہیں ہوتا اسلئے کہ اس قدر سے اجماع کا تو اتر حاصل نہیں ہوتا چنانچہ ابو بکر فارسی نے اجماع کے مسائل میں ایک کتاب تصنیف کی اور اوس کے اکثر مسائل اجماعیہ کا انکار کیا گیا اور بعض مسائل میں اہل علم نے مخالفت کی۔ پس اس صورت میں جو شخص کہ اجماع کی مخالفت کرے حالانکہ ابھی اوس کے نزدیک اس کا ثبوت نہیں ہے تو وہ شخص جاہل خطا کن ہے مکتب نہیں لہذا اوس کی تحفیر بھی ممکن نہیں اور اس امر کی تحقیق کی معرفت میں اشتغال رکھنا کوئی آسان امر نہیں۔ چونکہ اس امر اوس دلیل کے بیان میں کہ جو تاویل کرنے والے کے لئے مخالفت

ظاہر کی باعث ہو کہ آیا وہ دلیل شرط برہان کے موافق ہو
یا نہیں۔ اور شروط برہان کی معرفت کی شرح بغیر بڑی مجسدت
کے ممکن نہیں اور وہ جو ہم نے کتاب سٹامس مستقیم اور کتاب محل نظر
میں ذکر کیا ہے فقط ایک نمونہ ہے۔ اور اس زمانہ کے اکثر فقہاء
کی طبیعت پوری طور پر شروط برہان کے سمجھنے سے رکتی ہے
حالانکہ اس کا سمجھنا ضروری امر ہے اسلئے کہ اگر برہان قطعی ہو تو
تاویل کرنے میں رخصت ہو اگرچہ صحیحہ تاویل بعید کیوں نہ ہو اور اگر
برہان قطعی ہو تو بغیر ایسی تاویل قریب کے جو قریب الفہم ہو رخصت
نہیں۔ پانچواں امر اس امر کے بیان کرنے میں کہ آیا اس مقالہ
کا ذکر کہ جواب تاویل کے نزدیک ہو کیا دین میں اس کا ضرر
عظیم ہے یا نہیں اسلئے کہ جس مقالہ کا ضرر دین میں عظیم ہو تو
اوس میں ایک قسم کی آسانی ہے گو وہ قول بُرا اور ظاہر البطلان
کیون نہ ہو جیسے اس شخص کا قول کہ جو امام کے انتظار میں ہے
کہ امام سمر و اب میں چہپا ہوا ہے اور وہ شخص امام کے
نکلنے کا منتظر ہے اسلئے کہ یہ قول صریح جھوٹ اور نہایت بُرا ہے
لیکن اس کا ضرر دین میں کچھ نہیں بلکہ اس کا ضرر اسی احمق پر ہے
کہ جو امام کے نکلنے کا منتظر کھڑا ہے اسلئے کہ وہ ہر روز شہر سے

امام کے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے تاکہ امام شہر میں داخل ہو لیکن وہ شخص نا امید ہو کر اپنے گھر کے طرف واپس جاتا ہے پس یہ ایک مثال ہو لیکن مقصود اس سے یہ ہے کہ ہر جمیع وہ گویا سے گو وہ ظاہر البطلان کیوں نہیں قایل کی تکفیر نہیں چاہئے۔ پس جبوقت تو نے سمجھا کہ تکفیر کے امر میں نظر کرنا اون تمام مقامات پر موقوف ہے کہ جن کے احاد پر دلیروں کو بھی استقلال نہیں تو وقت تو نے جان لیا کہ جو شخص اس شخص کی تکفیر کے لئے جلدی کرتا ہے کہ جس نے اشعری یا غیر اشعری کی مخالفت کی ہے وہ ایک جاہل فقہی اور کیونکہ ایک فقیہ شخص فقط فقہ دانی سے اس امر عظیم کے استقلال کر سکتا ہے اور وہ ان علوم کو فقہ کی کوئی چوتھائی میں پاویگا۔ پس تو ایسے فقیہ شخص کو کہ جس کی بصاعت مجروح فقہ ہے تکفیر اور تفصیل میں خوض کرتے دیکھے تو تو ایسے فقیہ سے اعراض اور روگردانی کر اور اپنے دل اور زبان کو اس کے ساتھ مشغول نہ کر اس لئے کہ دعویٰ علم کا ایک ایسا طبعی امر ہے کہ جاہلون کو اس سے صبر نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے آدمیوں کے درمیان خلافات بڑھے ہیں اور اگر شخص کہ نہیں جانتا خاموش رہتا تو ہرگز اس قدر خلافات مخلوقات میں نہ پہنچتی۔

فصل

سب سے زیادہ غلو اور فضولی کرنے والا فرقہ متکلمین کا ایک طائفہ ہے کہ جنہوں نے عام مسلمانوں کی تکفیر کی اور انہوں نے زعم کر لیا کہ جو شخص کہ ہمارے مثل علم کلام کو نہیں جانتا اور عقاید شرعیہ کو اوں دلیلوں کے ساتھ نہیں جانتا کہ جو ہم نے تحریر کی ہیں وہ کافر ہے پس ان لوگوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی مسجحت کو اوس کے بندوں پر تنگ کر دیا اور محبت کو متکلمین میں سے ایک جماعت قلیلہ پر وقف کر دیا اور ثانیاً انہوں نے سنت متواتر کو بھلا دیا اس لئے کہ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عصر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اوں پر ظاہر ہے کہ اوہوں نے عرب کے اوں بدوی طالیفوں کے اسلام پر حکم کیا کہ جو وثنون کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور انہوں نے اوں بدویوں کو دلیل کے جاننے کے لئے مشغول نکلیا اور اگر وہ بدوی تعلیم دلیل کے لئے مشغول بھی ہوتے تو بھی اوس کو سمجھ نہ سکتے اور جو شخص بھٹن کرنا کہ ایمان کا ماخذ علم کلام اور مجرود دلیلین اور وہ تقسیم ہیں کہ جو علم کلام میں مترتب ہیں تو وہ شخص راہ راست بہت دور ہر ملکہ ایمان ایک ایسا نور ہے کہ اوس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے دل میں بطور

عطیہ اور ہدیہ کے کبھی تو ایک ایسی باطنی تبتیہ کے ذریعہ سے القا کرتا ہے کہ جس کی تفسیر ممکن نہیں اور کبھی بذریعہ خواب کے دیکھنے کے اور کبھی کسی دیندار آدمی کے حال کے مشاہدہ اور اسکی صحبت اور مجالست کے ذریعہ سے اسکی طرف نورایمان کی سرایت ہوتی ہے اور کبھی قرینہ حال کے ذریعہ سے چنانچہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انکار کی حالت میں آیا پس جب کہ اس اعرابی کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ پر پڑی اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر انوار نبوت کو چمکتے ہوئے دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ واللہ ما هذا بوجه کذاب یعنی خدا کی قسم یہ موقع جھوٹ بولنے والا نہیں اور اسی وقت اس اعرابی نے سوال کیا کہ اوس کو اسلام کی تعلیم کیجاوے۔ اور ایک دوسرا اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تجھ سے چومتا ہوں کہ کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے بنی بنا کر مبعوث کیا ہے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں اللہ کی قسم مجھے اللہ نے بنی بنا کر مبعوث کیا ہے تو وہ اعرابی آنحضرت کی اس قسم کی تصدیق کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور اوس کے امثال بے شمار ہیں حالانکہ ادن میں کوئی بھی مسلم کلام

میں مشغول ہوا اور نہ دلیلوں کے سیکھنے میں بلکہ ایسے ہی قزموں سے
 اسلام کے نور نے اونچے دلوں میں سفید چمک دی پس امیری
 دانش میر کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم
 سے منقول ہو کہ انہوں نے اعرابی کو حاضر کیا اور وہ سلام لایا
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو عالم کے محدث
 ہونے پر یہ دلیل بتائی کہ عالم حوادث اور اعراض سے خالی
 نہیں اور جو شئی کہ حوادث سے محالی نہیں پس وہ حادث ہے
 اور اللہ تعالیٰ علم کے ساتھ عالم اور ایسی قدرت کے ساتھ قادر ہے
 کہ جہاد سکی ذات پر زاید اور نہ میر وہ ہے اور نہ وہ میر اور اس طرح
 مستکملین کے رسومات بھی اور میں نقطہ ہی نہیں کہتا کہ نقطہ ہی الفاظ
 منقول نہیں بلکہ کوی دوسرا ایسا لفظ بھی منقول نہیں کہ جس سے
 ان الفاظ معانی پیدا ہوتے ہوں بلکہ کوی معرکہ بجز اسکے فتح نہیں
 ہوتا تھا کہ تلواروں کے سایہ کے نیچے کئی جوان مرد بدوی ہوتے
 تھے۔ اور قیدیوں کی جماعت قریب یا بعید زمانہ کے بعد ایک
 بعد ایک کے اسلام لاتے تھے اس وقت انکی یہ حالت ہوتی تھی
 کہ کلمہ شہادت اونکو پڑھانے کے بعد نماز اور زکوٰۃ کی تسلیم
 دیجاتی تھی اور اسکے بعد اونکو اپنے اپنے پیشہ کے لئے رخصت

دیجاتی تھی خواہ وہ پیشہ بکریوں کا چرانایا کوئی دوسرا اسی قسم کا
ہوتا تھا۔ ہاں میں اس امر کا انکار نہیں کرتا کہ متکلمین کا اولہ کو ذکر
کرنا بعض آدمیوں کے حق میں ایمان کے لئے ایک سبب ہے لیکن
ایمان کا حصول فقط انہیں اولہ متکلمین پر موقوف نہیں اور یہ بھی
ایک نا در طور پر ہے بلکہ سب سے نفی مند وہ کلام ہے کہ جو معرض
و عطف میں جاری ہو جیسے کہ قرآن کریم اس معنی پر متل ہے
مگر جو کلام کہ طریقہ متکلمین پر تخریر کیا گیا ہے اس سے سمجھ پایا جاتا ہے
کہ وہ بطریق جدال کے ہے تاکہ عامی لوگ اس سے عاجز ہو جاویں
نہ اس لئے کہ وہ فی نفسہ حق ہے۔ اور بعض اوقات ایسا کلام
عامی کے حق میں عناد قلبی کے استحکام کا وسیلہ بن جاتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ تو نے کبھی متکلمین یا مفتہا کی مجلس مناظرہ کو نہیں
دیکھا کہ جس میں کوئی شخص اعتزال یا بدعت سے تائب ہوا ہو
یا شافعی رح کے مذہب اہل حنیفہ رح کے مذہب کی طرف یا
بالعکس انتقال کیا ہو حالانکہ ان انتقالات کے اسباب دوسرے
ہیں یہاں تک کہ تلوار کی ساتھ مقابلہ بھی ایک سبب ہے اور یہی وجہ
کہ سلف نے دعوت اسلام میں ایسے مجادلات کو عادت نہیں
بنایا بلکہ اوہنوں نے علم کلام میں خوض کرنے والے انھیں

اور سوال میں شغل رکھنے والے کو تشدید کی۔ اور جبکہ ہم نے مذمت
کو چھوڑا اور کسی جانب کی رعایت نہ کی لہذا ہم نے تقریج کر دی ہے
کہ علم کلام میں بجز دو شخصوں کے کسی تیسرے کو خوض کرنا حرام ہے
ایک وہ شخص ہے کہ جس کو کوئی ایسا شبہ واقع ہوا ہو کہ جو اس کے
دل سے نہ قریب الفہم و اعطانہ کلام سے دور ہوتا ہے اور نہ خبر
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس وقت جائز ہے کہ قول
کلامی جو کہ علم کلام کے طریق پر مرتب ہے اس شخص کے شبہ
کے لئے دور کرنے والا اور اس کی مرض کے لئے دوائی ہو پس
ایسے شخص کے ساتھ قول کلامی کا استعمال جائز ہے تاکہ اس
شبہ اور اس مرض سے نجات پاوے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے
واجب ہے کہ وہ تندرست کہ جس کو ایسے مرض نہیں اس کے کالون
سے ایسے قول کو نگاہ رکھا جاوے اس لئے کہ احتمال ہو کہ اس قول کے
سننے سے اس تندرست کے دل میں کسی شبہ کی حرکت ہو
اور وہ اس مریض ہو جاوے اور اعتقاد صحیح اور قطعی سے متزل
کر جاوے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جب کا عقل کامل اور بین
میں راسخ القدم اور انوار یقین سے ثابت الایمان ہو اور وہ خوش
کرتا ہے کہ اس صنعت کلامی کو حاصل کرے تاکہ وہ مریضوں کے لئے

کہ جب اذکو کوئی شبہ واقع ہو دوا کرے۔ اور جب کہ کوئی اہل بدعت
ظاہر ہو تو اس کو لا جواب کرے اور جب کوئی اہل بدعت کسی
صحیح العقیدہ کے گمراہ کرنے کا قصد کرے تو وہ اس کو اس
گمراہی سے بچا دے۔ پس علم کلام کا اس غرض سے حاصل
کرتا فردض کفایہ سے ہوا اور اس علم کا اس مقدار پر حاصل کرنا کہ
جس سے شک اور شبہ دور ہو جاوے شک اور شبہ والے
شخص کے لئے فرض عین ہی لیکن اس صورت میں کہ اس کے قطعی
اعتقاد کا اعادہ کسی دوسرے طریق سے ممکن نہ ہو۔ اور حق
صریح یہ ہے کہ جو شخص قطعی طور پر اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ کہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور جو
کچھ کہ قرآن کریم میں ہے حق ہے تو وہ شخص مومن ہی گو وہ شخص
ان امور کی دلیلوں سے آگاہ نہ ہو بلکہ وہ ایمان کہ جو دلیل کلامی
سے حاصل ہوتا ہے نہایت ضعیف اور ہر ایک شبہ سے تزلزل
کے کنارہ پر ہوتا ہے بلکہ ایمان محکم وہ ہے کہ جو عوام الناس
کو زمانہ طفولیت میں تو اترا سماع یا بعد از بلوغ ایسے قرآن سے
حاصل ہوتا ہے کہ جن کی تعبیر ممکن نہ ہیں۔ اور ایمان کا پورا پورا محکم
ہونا عبادت اور ذکر الہی کی ملازمت سے ہوتا ہے اس لئے کہ جس شخص

کو عبادت ظاہری حقیقت تقویٰ تک پہنچا دیتی ہو اور اوس کے
 باطن کو کہ ورت دینا پاک کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے مدام ذکر کی
 ملازمت سے اوس کے لئے معرفت کے انوار جلوہ گر ہو جاتے
 ہیں اور وہ امور کہ جو اوس نے بطور تقلید کے اختیار کئے ہیں اوس
 نزدیک مثل معائنہ اور مشاہدہ کے ہو جاتے ہیں اور یہ وہی حقیقت
 معرفت کی ہو کہ جسکا حصول بغیر عقدہ اعتقاد کے ممکن ہونے
 اور اللہ کے نور سے انشراح عہدہ کے ہونے کے ممکن نہیں ہے
 پس جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ ہدایت چاہتا ہو تو اوس کے
 سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہو اور وہ اللہ کے نور سے
 پُر ہو جاتا ہے جیسے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 شرح صدر کی معنی کا سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمایا کہ وہ ایک نور ہے کہ جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے
 سائیل نے پھر پوچھا کہ اوسکی کیا علامت ہو تو آنحضرت نے فرمایا کہ
 وارغور سے کنارہ کش ہونا اور دارخلو کی طرف مایل ہونا پس
 اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اہل کلام کہ جو دنیا کی طرف مایل
 اور اوس پر ہلاک ہوتا ہے اوسنے حقیقت معرفت کی حاصل
 نہیں کی اور اگر اسکو حاصل کرتا تو وہ قطعاً وارغور سے کنارہ کش ہوتا

فصل

شاید تو کہیگا کہ تحفیر اور تکذیب کا ماخذ خود نفوس شرعیہ ہیں اور
 شارع نے ہی رحمت الہی کو مخلوقات پر تنگ کیا ہے نہ کہ مشکل نے
 اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو فرما دیگا کہ اے آدم اپنی اولاد
 میں سے ایک تعداد کو آگ میں روانہ کر اس پر حضرت آدم عرض
 کرینگے کہ اے رب کتنوں میں سے کتنوں کو روانہ کروں پھر
 اللہ تعالیٰ فرما دیگا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو نینانوین کو روانہ کر
 اور نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری امت
 ستر ہر چند فرقہ ہو جاوے گی لیکن ادنیٰ سے نجات پانے والا فرقہ
 ایک ہی ہوگا۔ پس اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث پھلی بدشک
 صحیح ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ نو سو نینانوین آدمی
 کفار ہونگے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں
 سے بعض کو آگ میں داخل کیا جاوے گا اور بعض کو آگ کے سناٹے
 کیا جاوے گا اور بعض کو گناہوں کے انداز پر آگ میں چھوڑا جاوے گا
 اور گناہوں سے بالکل معصم اور پاک ہزار میں سے کوئی ایک ہی ہے
 اور سیوید سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان منکر الاواردھا یعنی

تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جو آگ کی طرف مڑو نہ کرے۔ پھر آگ کی طرف روانہ ہونے سے وہ شخص مراد ہے کہ جو اپنے گناہوں کے عوض میں آگ کا مستحق ہے اور جائز ہے کہ شفاعت کے ساتھ دوزخ کے راستہ سے کوٹایا جاوے جیسے کہ وسعت رحمت کے نسبت اکثر احادیث وارد ہیں اور اون کی تعداد شمار سے زیادہ ہے چنانچہ ایک اون میں سے وہ حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اوہنوں نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا اور میں جستجو کی اور دیکھا کہ ایک آب نوشی کے مکان میں نماز پڑھ رہا ہے اور اُن کے سر مبارک پر تین انوار ہیں پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو ادا کر چکے تو فرمانے لگے کہ تیرا کیا کام ہے اور یہ کون ہے میں نے عرض کی کہ میں عائشہ ہوں یا رسول اللہ تو پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تو نے ان تینوں انوار کو دیکھا ہے میں نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ تو پھر آنحضرت نے فرمایا کہ میرے رب کے طرف سے آنیوالا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا۔ پھر وہی

آئیوالا دوسرے نوزمین آیا اور اوس نے بشارت دی کہ ستر ہزار کے
ہر واحد کے بجائے ستر ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے
جنت میں داخل کریگا۔ پھر وہی آئیوالا تیسرے نوزمین آیا اور بشارت
دی کہ بجائے ہر واحد ستر ہزار مضاعف کے ستر ستر ہزار کو بغیر
حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کریگا پس میں نے عرض
کی کہ یا رسول اللہ تیری امت کی مقدار اور تعداد اس درجہ تک
نہ ہوگی پھر آنحضرت نے فرمایا کہ لکھا کلمہ اون اعراب سے کیا جاویگا
کہ جو روزہ اور نماز کو ادا نہیں کرتے۔ پس یہ اور مثل اوس کی
جو اخبار کہ وسعت رحمت پر دلالت کرتی ہیں بجزرت ہیں اور یہ
خاص کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہے۔ لیکن
میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ گزشتہ امتوں میں سے
بھی بہتوں کو شامل ہوگی گو اون میں سے اکثروں کو آگ کے
سلسلے میں کیا جاویگا ایک لمحہ یا ایک ساعت کے لئے یا ایک دن
کے لئے تاکہ اون پر اطلاق کیا جاویگا کہ وہ آگ کی طرف روانہ
کئے گئے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جو روم اور ترک کے
نصاری ہیں اون کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ رحمت شامل ہوگی اور

۱۰ یہ امام غزالی رحمتہ اللہ کا قول ہے۔

مراد میری ان اغیار سے وہ لوگ ہیں کہ جو روم اور ترک کی خیر
جانب میں سکونت رکھتے ہیں اور انکو دعوت اسلام کی بہین پہنچی
اسلئے کہ یہ لوگ تین قسم ہیں ایک قسم تو وہ ہیں کہ جنکو بالکل محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نہیں پہنچا پس یہ لوگ تو معذور ہیں اور
دوسرا قسم وہ ہیں کہ جنکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اور نعت
شریف تو پہنچی ہے لیکن معجزات کا ظہور اور پسر نہیں ہوا اور یہ
لوگ ہیں کہ جو بلاد اسلام کے قرب بھوار میں ہیں اور اون سے خفا
رکھتے ہیں اور یہ لوگ کافر ہیں کہ جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور تیسرا
قسم ان دونوں قسموں کے درمیان ہے کہ جنکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا اسم شریف پہنچا لیکن آنحضرت کی نعت اور صفت اون کو نہیں
پہنچی بلکہ اونہوں نے ملفولیت کے زمانہ سے سنا ہو کہ ایک
جھوٹے اور سکار شخص نے کہ جس کا نام محمد ہے نبوت کا دعویٰ کیا
جیسے کہ ہمارے لڑکے سنتے ہیں کہ ایک جھوٹے شخص نے کہ جس کا
نام مقفع کہا جاتا ہے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ پس یہ لوگ میرے
نزدیک قسم اول میں شمار کئے جاتے ہیں اسلئے کہ ان لوگوں نے
جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف سنا ہو ویسا اپنی زبان
نے آنحضرت کے اوصاف کی ضد کو سنا ہو اور اس قدر علم سے

طلب کی داعیہ میں حرکت پیدا نہیں ہوتی تاکہ ان لوگوں کو معذور نہ سمجھاوے۔ اور دوسری حدیث کہ جس میں بیان ہے کہ فرقہ نجات پانی والا ایک سے اس کی روایت میں اختلاف ہے چنانچہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فرقہ ہلاکت میں پڑنے والا ایک ہی لیکن زیادہ تر مشہور پہلی روایت ہی۔ اور نجات پانی والا فرقہ سے مراد وہی فرقہ ہے کہ جو آگ کے سامنے نہیں کیا جاویگا اور شفاعت کی طرف محتاج ہوگا بلکہ وہ شخص کہ جس کے ساتھ زبانہ تعلق پکڑ گیا تاکہ اس کو آگ کے طرف کھینچے تو وہ شخص مطلق نجات والا نہیں گو شفاعت کے ذریعہ سے اون کے پنجے سے نکل جاویگا اور ایک روایت میں ہے کہ کل نجات پاویں گے مگر فرقہ نزدیک اور ممکن ہے کہ کل روایتیں صحیح ہوں اور ہلاکت والا ایک ہی فرقہ ہو جو ہمیشہ آگ میں رہیگا اور ہلاکت والے سے مراد وہ شخص ہو کہ جسکی صلاحیت کی امید باقی نہ رہی ہو اسلئے کہ ہلاکت والے کے لئے بعد از ہلاکت کسی خیر اور مہلائی کی امید نہیں کی جاتی۔ اور فرقہ نجات والا بھی ایک ہو کہ جو جنت میں بغیر حساب اور شفاعت کے داخل ہوگا اسلئے کہ جس شخص کا حساب لیا جاویگا تو وہ بھی مطلق نجات والا نہیں۔ پس یہ دو فرقہ ہلاکت اور ناجی گو یا دو طرفین

ہیں کہ جو شر خلق اور خیر خلق سے معبر ہیں اور جو ان دو دونوں
 اور جو ان کے درمیان ہیں پس انہیں سے بعض تو ایسے ہونگے
 کہ جنکو فقط حساب کا عذاب ہوگا اور بعض ایسے ہونگے کہ جواگ
 کے نزدیک لیجائے جاویں گے اور شفاعت سے واپس کئے جاویں گے
 اور بعض ایسے ہوں گے کہ جو اپنی خطا، عقیدہ اور بدعت کے
 انداز پر اور کثرت اور قلت معاصی کے موافق آگ میں رہیں گے
 پس اس امت میں سے جو فرقہ ہلاکت والا کہ ہمیشہ آگ میں رہے گا
 وہ فقط ایک ہی ہے کہ جس نے تکذیب کی اور رسول اللہ علیہ وسلم پر
 بنا بر صلیحت جھوٹ کا بولنا جائز رکھا۔ لیکن باقی امتوں میں سے
 وہ شخص کہ جس نے متواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج
 اور آنحضرت کی صفات اور معجزات خارق عادت جیسے چاند کا
 دو ٹکڑے ہونا اور کنکروں کا تسبیح کا پڑھنا اور آنحضرت کی انگلیوں
 سے پانی کا جوش مار کر ٹھننا اور ایسے قرآن مجید کو سنا کہ جس کا
 معارضہ اہل فصاحت نے کرنا چاہا لیکن عاجز ہو گئے اور پھر
 اس نے باوجود سننے کے اعراض اور روگردانی کی ادا دہن
 ان امور میں غصہ اور تامل کیا اور اس نے تصدیق کی طرف جلدی کی
 تو ایسا شخص ہی منکر اور کذاب ہے اور بھی کافر ہے اور اس میں

اور ترک کے وہ اکثر لوگ کہ جنکے بلا واسلام کے بلاؤ سے بعید ہیں
داخل نہیں ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے کان تک میسر
امور پہنچے تو ضرور ہے کہ داعیہ طلب اوس کو حرکت میں لاوے
تاکہ حقیقت امر کی ظاہر ہو اگر وہ اہل دین سے ہو اور اذن لوگوں
میں سے نہیں کہ جنہوں نے حیات دنیا کو آخرت پر دوست رکھا
اور اگر اہل کفر و داعیہ حرکت میں نہ لاوے اس وجہ سے کہ وہ
دنیا کی طرف مائل اور امداد دین کے خوف اور خطرہ سے نڈر ہے
تو یہ کفر ہے اور اگر اہل کفر داعیہ طلب حرکت میں لاوے لیکن
طلب میں اوس نے قصور کیا تو بھی کفر ہے بلکہ ہر اہل ملت میں
سے جو شخص کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ
طلب میں قصور کرے پس اگر اوس نے نظر اور طلب میں قصور
نہ کیا اور اوس میں مشغول رہا اور اسی میں مر گیا قبل اسکے کہ اوسکی
تحقیق تمام ہوتی تو وہ شخص بھی اہل مغفرت ہے اور رحمت واسعہ اس کے
لئے بھی عام ہے پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا طالب ہو
اور امور الہیہ مختصر رسمی میزانوں سے وزن نہ کرو۔ اور جان تو کہ آخرت
دنیا سے قریب ہے پس تمہاری پیدائش اور بعثت فقط انفس
واحدا کی مثل ہے۔ اور جیسے کہ اکثر اہل دنیا کے ایسی نعمت یا سہولت

یا حالت میں ہوتے ہیں کہ اوس پر غبطہ ہوتا ہے اسلئے کہ اگر انکو
 مثلا اوس حالت اور موت کے درمیان اختیار دیا جاوے تو
 وہ اوسى حالت اور نعمت اور سلامت کو اختیار کرتے ہیں لیکن
 جس کو دنیا میں عذاب اور تکلیف ہوتا ہے اوس کا موت کو خوش
 کرنا نا درست ہے پس سیطرہ جو لوگ کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے
 بہ نسبت اون لوگوں کے جو نجات دلائے ہیں اور آخر میں آگ
 سے نکالے جاوین گے نا درہین اسلئے کہ ہمارے احوال کے
 مختلف ہونیسے صفت رحمت میں تغیر نہیں۔ اور دنیا اور آخرت
 تیرے اختلاف حال سے مبرا ہے اور اگر یوں نہوتا تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کوئی معنی نہوتا جو فرماتے ہیں
 کہ پہلے جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اول میں لکھا یہ ہے کہ میں
 ہی اللہ ہوں کہ میرے سواے کوئی اللہ نہیں میری رحمت کو
 میرے غضب پر سبقت ہی پس جس شخص نے اس امر کی شہاد
 دی کہ اللہ کے سواے کوئی دوسرا اللہ نہیں اور محمد اس کا بندہ
 اور رسول ہی تو اوس کے لئے جنت ہے اور جان تو کہ بصارت

لے چنانچہ صاحب فصوص اعنی قطب الاقطاب غوث الاحباب جناب سحر الحقایق حضرت
 محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوف ہے کہ ہر ایک جہنمی کا مال کا رحمت الہی

والون کو اسباب اور کاشفات کے ذریعہ سے جمی رست
کی سبقت اور شمول کا انکشاف ہوا ہے بغیر اس کے کہ اجنباً

ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان رحمتی وسعت کل شیئ
اور کفار کے لئے دوزخ کا عذاب تین حقیقت ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

کہ بس کے بعد کفار کے حق میں دوزخ کی آگ ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہوگی

جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں نرود کی آگ بزدل سلام

ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے وعید حق تعالیٰ میں خلف جائز رکھ کر فرمایا ہے کہ کوئی

اہل دل غلو و عذاب کفار کا قائل نہیں لیکن حضرت امام ربانی قیوم حقانی شیخ

محمد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات کے جلد اول مکتوب ۲۶۶ میں تحریر

فرماتے ہیں کہ صاحب فصوص رح درین مسئلہ نیز از صواب و در افتادہ است

ندانستہ است کہ وسعت رحمت و در حق مؤمنان و کافران مخصوص بدنیاست و در

آخرت بوسے از رحمت بکافر نرسد کما قال تعالیٰ انہ لا یبشرون روح اللہ

الا القوم الکافرون و قال تعالیٰ و رحمتی وسعت کل شیئ فساکتبھا للذین

یتقون و یؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بایتنا یؤمنون شیخ اول آیت

خواندہ و آخر را کافر مودہ مکرمیہ ولا تحسبن اللہ مخلف وعدہ و عدلہ

و دالت ندارد بر خصوصیت خلف وعدہ تواند بود کہ اقتضای عدم خلف بل وعدہ ایجاب و سہل

بود کہ مراد از وعدہ ایجاب تصرف بسل است و غالبہ اینہا بر کفار و آن متضمن وعدہ و وعید

اور انار کو انہوں نے سنا ہو لیکن اس کا بیان کرنا طوا المستح
 چاہتا ہے پس اگر تو نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا تو اللہ تعالیٰ
 رحمت اور نجات مطلقہ تیرے لئے بشارت ہو اور اگر تو ان دونوں
 سے خالی رہا تو ہلاکت مطلقہ کی بشارت ہے۔ اور اگر تو اصل قصد
 میں یقین رکھتا ہے اور بعض تاویلات میں خطا یا شک یا اعمال
 میں خطا تو نجات مطلقہ کی طمع نکر اور جان تو کہ یا تو تجھے ایک مدت
 تک عذاب دیا جاویگا اور پھر نجات ہوگی اور یا وہ شخص تیری نجات
 کرے گا کہ جس کی تصدیق تو اون تمامی امور میں کرتا ہے کہ جو وہ اللہ سے
 لایا ہے یا کوئی دوسرا شفاعت کرے گا پس تو کو شش کر کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے فضل سے تجھے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے

وعدت مرسل را و وعید است مکفّر را پس گویا درین کریم ہم خلف وعده مفتی شد
 و ہم خلف وعید فالایة مستشهدة علیہ لا اله الا فیما خلف مد
 وعید و رنگ خلف از و عدستلزم کذب ست و ناشایان آنحضرت جبل سلطانی را کہ در
 اذل دانسته بود کہ کفّار عذاب مخلد نخواہم کرد مع ذلک برای مصدق منافی مخالف علم خود
 گفته کہ عذاب مخلد خواہم کرد و این معنی را تجویز نمودن شفاعت تمام دارد سبحان
 ربک رب العزّة عما یصفون و سلام علی المرسلین اجماع اہل دل بر مردم خاوند عذاب کف
 کشف شیخ است بمجال خطا در کشف بسیار است فلا اعتدال و مع کونہ مخالف اجماع المرسلین انہی

بے پرواہ کر دی اسلئے کہ شفاعت کا امر بھی خطرناک ہے۔

فصل

لبعض آدمیوں کا ظن ہے کہ تکفیر کا ماخذ عقل ہی شرع نہیں اور جو شخص کہ اللہ سے جاہل ہے کافر ہے اور جواد کا عارف ہے مومن ہے پس اوسکو کہا جاویگا کہ اباحت دم اور خلوفی النار کا حکم جو شرعی ہے قبل ورود شرع کے اسکا کوئی معنی نہیں۔ اور اگر اوس کی یہ مراد ہے کہ شباح کے قول سے مفہوم ہے کہ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہی وہی کافر ہے تو یہ ممکن نہیں اسلئے کہ جو شخص رسول اور آخرت سے جاہل ہی وہ بھی تو کافر ہے۔ پھر اگر ذات الہی سے جاہل ہونے کی تفصیل کیا دے اور اس چہالت سے اللہ تعالیٰ کے وجود یا اوسکی وحدانیت کا انکار مراد رکھا جاوے تو باقی صفات کو جامع نہوگا۔ اور اگر صفات میں خطا کرنے والے کو بھی جاہل یا کافر ٹھہرایا جاوے تو اوس شخص کی تکفیر لازم ہوگی کہ جس نے صفت بقا اور صفت قدم کی نفی کی ہے اور جس نے کلام کو علم پر وصف زائد ہونے کا انکار کیا ہے اور نیز جس نے سمع اور بصر کو علم پر وصف زائد نہیں بتایا اور نیز جس نے جواز رویت کی نفی کی اور نیز جس نے جہت کو ثابت کیا اور اوس نے ایک ایسے ارادہ حاشا

کو ثابت کیا کہ جو نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں حادث ہو اور نہ کسی دوسرے
 محل میں اور یا اس میں خلاف کرنے والوں کی تکفیر لازم ہوگی خصلۃ
 یہ کہ ہر اوس مسئلہ میں تکفیر لازم آئیگی کہ جو صفات اللہ تعالیٰ سے تعلق
 رکھتا ہے اور یہ ایک ایسا سخت حکم ہے کہ جس کے لئے کوئی سند نہیں
 اور اگر اس حکم کو بعض صفات کے ساتھ خاص کیا جاوے تو اس کے لئے
 کوئی امر فیصل نہیں ہوگا پس بغیر ضابطہ تکذیب کے کوئی دوسری جدائی
 نہیں جاتی کیونکہ تکذیب کا ضابطہ تکذیب رسول اور مکر معاودوں کو
 کو شامل ہے اور تاویل کرنے والا اس میں سے خارج ہو جاتا ہے
 پھر میں یہ امر بعید نہیں جانتا کہ تاویل یا تکذیب کے جملہ مسائل میں سے
 بعض میں کوئی شک اور تردد واقع ہو حتیٰ کہ تاویل بعید ہو اور ظن
 اور احتیاد کے ساتھ اوس میں حکم دیا جاوے اس لئے کہ تو جان
 چکا ہے کہ یہ مسئلہ اجتماعی ہے۔

فصل

بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ میں خاص کر اوس شخص کی تکفیر کروں گا
 کہ جو ان فرقوں میں سے میری تکفیر کر لیا اور جو شخص کہ میری تکفیر
 نہ کر لیا تو میں بھی اوس کی تکفیر نہ کروں گا حالانکہ اس کا کوئی ماخذ نہیں

علامہ سید قول استاذ ابو اسحاق کا ہے چنانچہ شرح مقاصد میں مذکور ہے ۱۲ مرتبہ

اسلئے کہ جب کہ قایل کا یہ قول کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امامت کے لئے انوارِ ائیت رکھتا ہے (کفر نہیں تو قایل اگر خطا کر کے مخالف کو کافر ظن کرے تو قایل اس ظن سے کافر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ ایک ایسی خطا ہو کہ جو مسئلہ شرعیہ میں واقع ہے۔ اور اسی طرح جب کہ جنابی کو جہت کے ثابت کر نیسے کافر نہیں کہا جاتا تو وہ اگر غلطی سے ظن کرے کہ جو شخص جہت کی نفی کرتا ہے مذبذب ہو یا قول نہیں تو اس ظن سے بھی جنابی کو کافر نہیں کہا جاتا لیکن یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو مان میں سے ایک مسلمان بھی دوسرے بھائی کو کافر کہے تو وہ کفر تکفیر کر نیوالے کے طرف رجوع کرتا ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ تکفیر کرنے والا باوجود دوسرے مسلمان بھائی کی حالت جاننے کے اسکی تحفیر کرے۔ پس اگر کوئی شخص کسی آدمی کی نسبت جانتا ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے تو باوجود اس جاننے کے پھر اس کی تحفیر کرتا ہے تو تکفیر کرنے والا خود کافر ہو گا۔ پس اگر اس نے فقط اپنے اس ظن سے تکفیر کی کہ وہ رسول علیہ السلام کی تکذیب کرتا ہے تو یہ اس شخص کی غلطی ہے۔ پس ہم نے ان تردیدات سے لے کر اس امر پر تبنیہ کر دی ہے کہ اس قاعدہ اور قانون پر کہ جس میں اتباع لائقی ہے غور عظیم کرے پس اسی پر قناعت کر اور سلامت

